رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۴۷

شوق کرو کہ تم شو گیانی پڑھو ذوق و شوق گیانی

رسالہ گیانی

حصہ سوم

مجلس سار جلد ۱۲ نمبر ۲
بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء

معرفت اور تصوف۔ اخلاق اور ادب۔ حقانیت اور روحانیت۔ عمل اور شغل
گیان اور دھیان۔ بھگتی اور یوگ۔ کرم اور دھرم۔ سانکھیہ اور ویدانت
پنتھ اور سمپردا کا اپنی خاص وضع میں تمام دنیا کا نایاب لاثانی رسالہ
جو ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو لاہور شہر سے شائع ہوتا ہے

جس کو اس کے دعوے غلط معلوم ہوں وہ انگریزی عربی
سنسکرت وغیرہ کے تمام رسالوں سے اس کا مقابلہ کر کے
اپنا اطمینان کرے

ایڈیٹر و مصنف **شیوبرت لال**

قیمت سالانہ فی نمبر ... مع محصول ڈاک
نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۶ ... ٹکٹ ...

باہتمام ... منشی ... کندن لال ... چھپ کر شائع کیا

رادھا سوامی جنرل لٹریچر سوسائٹی لاہور کی نایاب کتابیں

سنت امرت بانی

سنت امرت بانی کا سلسلہ جن صاحبوں کو پسند آگیا ہے اور اس قسم کے لٹریچر سے جن کو مذاق ہو وہ اپنا نام مستقل خریداروں کی فہرست میں داخل کرا دیں جن کو تمام کتابیں چھپتے ہی ۳/۴ قیمت پر بھیجی جایا کریں گی ۱/۴ حصہ کاٹ دیا جایا کرے گا جو مستقل خریدار نہیں ہیں ان کو اصلی قیمت پر بھیجی جائے گی۔ یہ سلسلہ اپنی قسم کا نہایت ہی انوکھا اور بھگتی بھاؤ کا بڑھانے والا ثابت ہوگا۔ اگر کہیں کسی کتاب کے معانی دقیق مضمون ہیں گے تو آئندہ نمبروں میں ان کی عام فہم تشریح بھی کر دی جائے گی۔ اس سلسلہ کی ابتک حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں:

	اصلی قیمت	رعایتی
(۱) ست کبیر کی ساکھی۔ تمام بہترین ساکھیوں کا مجموعہ کہیں بھی نہ ملیگا	۱۰/	۸/
(۲) ست کبیر کی شبدا ولی۔ معہ تشریح	۸/	۶/
(۳) گورو تیغ بہادر صاحب کی بانی	۲/	۱/
(۴) پریم بچن سار حصہ اول	عہ/	۱۲/
(۵) پریم بچن سار حصہ دوم	عہ/	۱۲/
(۶) شاہی بھکاری۔ اخلاقی ناول	عہ/	۱۲/
(۷) شاہی ڈاکو	عہ/	۸/

نوٹ۔ مستقل خریداروں کو رعایتی قیمت پر سب کتابیں دی جائیں گی۔ بشرطیکہ وہ اگلے نمبر بھی خریدیں۔ آیندہ سے سنت امرت بانی کے سلسلے کی ہر کتاب مستقل خریداروں کو ۳/۴ قیمت پر اور وگیانی کے خریداروں کو ۳/۴ قیمت پر دی جاویگی۔ محصولڈاک علاوہ +

ویدانت امرت بانی کے سلسلے کی کتاب خوش قسمتی سے ویدانت کی لاثانی کتاب چھپ کر تیار ہے ویدانت امرت مستقل خریداروں کو رعایتی قیمت پر دی جاتی ہے وگیانی کے خریداروں کو بھی رعایتی قیمت پر دی جائیگی محصولڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ منیجر سنت امرت بانی لاہور

وگیان کے سلسلہ کی کتابیں

(۱) وگیان رامائن۔ شری رام چندر جی کا چرتر وگیان کی نظر سے (صرف تھوڑی سی کاپیاں دفتر میں رہ گئی ہیں) قیمت اصلی ۱۲/ رعایتی عہ/ +

(۲) وگیان کرشنائن مہاپرش کی زندگی وگیان کی نظر سے اصلی ۱۲/ رعایتی عہ/

(۳ و ۴) وگیان وششٹائن (ایک ساتھ) ویدانت کی نادر۔ عام فہم اور نہایت سہل اور وگیان مشنوئائن کتابیں قیمت اصلی ۱۲/ رعایتی عہ/ +

(۵ و ۶) وگیان بودھائن (ایک ساتھ) مہاتما بودھ بھگوان کا جیون چرتر معہ اور وگیان بچنائن ان کی مفصل تعلیم کے قیمت اصلی ۱۲/ رعایتی عہ/ +

(۷) وگیان سنتائن۔ پورن دھنی حضور مہاراج صاحب کا جیون چرتر معہ ارشادات و فیوضات کے قیمت اصلی ۱۲/ رعایتی عہ/ +

جو صاحب تمام ایک دفعہ خریدیں گے ان کو ویدانت نامی کتاب ضخامت ۲۶۰ صفحہ قیمت ۱۰/ مفت دی جاتی ہے +

المشتہر دیوان نرب دھاری لال اگر منیجر "وگیانی" لاہور

بھجن سنگرہ کے دو حصے پہلے سنت امرت بانی کے سلسلہ میں نکل چکے ہیں۔ یہ تیسرا ہے۔ پہلے حصہ میں مبتدیوں کے لئے اصلی اخلاقی تعلیم کے ساتھ روحانیت کا اشارہ کیا گیا ہے۔ اور معمولی طور پر سُرت شبد ابھیاس کی ترکیب بتائی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں نسبتاً اُس کے مقابلہ میں ذرا اونچے درجہ کے بھجن آئے ہیں۔ جو درمیانی درجہ کے ابھیاسیوں کے لئے مفید ہیں۔ اس تیسرے حصہ میں اُس سے بھی اونچے کلام لکھے گئے ہیں۔ تاکہ جن لوگوں نے پنتھائیوں کے راہ رکانے سے واقف ہیں۔ اور اپنے اندر دو ایک مرحلے طے کر چکے ہیں سو وہ اس سے فائدہ اٹھا دیں ۔

سُرت شبد یوگ تمام روحانی اشغال کا جوہر۔ عطر۔ اور خلاصہ ہے۔ اور اس قدر آسان۔ سریع الفعل۔ اور ساتھ ہی لذت بخش سادھن ہے۔ کہ مرد۔ عورت۔ جوان۔ بوڑھا۔ امیر۔ فقیر۔ گرہستی اور ورکت بلا جسمانی۔ ذہنی۔ اور روحانی خطرے کے سہولیت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اور صرف چند ہی دنوں کے سادھن میں اُس کا فائدہ خود دیکھ سکتا ہے پہلے کسی قدر ذوق و شوق کی ضرورت ہے ۔

یہ زمانہ اور قسم کا ہے۔ جو گذر گیا وہ اور وقت تھا۔ گذشتہ زمانہ کی مصلحتیں اور ضرورتیں مختلف تھیں۔ موجودہ زمانہ کی حالت جُداگانہ ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کا [illegible] انسان کے دُنیا داری کا بوجھ اس قدر بڑھ گئے ہیں۔ کہ اُس کو روحانیت کی طرف توجہ دینے کی فرصت ملتی ہے نہ دلی رغبت ہے۔ اور جس کو مقتضاء فطرت یا اپنے پہلے جنموں کے سنسکاروں کی وجہ سے کچھ پرمارتھ کی کمائی کرنے کی خواہش بھی ہوتی ہے تو وہ [illegible] کا نام سُن کر کانوں پہ ہاتھ رکھتا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ [illegible]

تیل اکٹھا ہوتا ہے۔ نہ لدھلتی رہتی ہیں۔ اور آدمیوں کی کثیر تعداد رُوحانی فیض سے محروم رہ جاتی ہے۔ یہ حالت دیکھکر سنتوں نے اس سہل نسخہ کی اشاعت ضروری سمجھی۔ تاکہ کم از کم۔ اہل اور ادھکاری رُوحانی لذت سے ناآشنا رہنے پاویں۔ اور آسانی سے اپنا کام بنا سکیں۔ نہ اس کے سنجم مشکل ہیں نہ کسی قسم کے قیود اور پابندیوں ہی کی ضرورت ہے صبح شام ہر شخص تھوڑا بہت وقت نکال سکتا ہے۔ وہ گھر میں رہے۔ گرہستی کے کام کرے نوکری چاکری۔ پیشہ اور منصبی فرائض کو بھی ترک نہ کرے۔ ہاں۔ پہلے کچھ تھوڑا وقت ہر روز ست سنگ کے لئے نکال سے۔ اور جب دل میں کامل یقین آجائے۔ کہ یہ مالک کے ملنے کا سچا راستہ ہے۔ تو ابھیاس کی ترکیب سیکھ کر سادھن میں لگ جائے۔ جہاں دو چار دن کے شغل میں رُوحانی لذت اور اندرونی رس آنے لگا۔ وہ آپ آہستہ آہستہ ترقی کرتا چلا جائیگا۔ اور جوں جوں اندرونی انکشافات کا مشاہدہ ہوتا جائے گا۔ خود بخود اُس کا اُتساہ بڑھتا جائیگا اور دیکھتے دیکھتے حالت بھی بدل جائے گی۔ اور شانتی۔ سلامتی۔ قرار و سکون کی زندگی اُسکے حصہ میں آجائے گی +

جس طرح طب کے جوشاندہ وغیرہ کی جگہ چھوٹی گولیوں نے لے لی ہیں۔ ویسے ہی مشکل اور کٹھن سادھنوں کے بجائے اب سُرت شبد یوگ کے عمل کو مصلحت وقت سمجھ لیا گیا ہے +

لیکن مشکل تو یہ ہے کہ نادان اور غافل جیو ست سنگ میں جانے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ کسی کو عدیم الفرصتی کی شکایت ہے۔ کسی کو اپنے تعلقات کے وسیع پیمانہ پر بڑھ جانے کا بہانہ ہے۔ اِس شکایت کو کسی حد تک رفع کرنے کے لئے پچن سار کے حصّوں کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ پڑھنے لکھنے کا شوق تعلیم یافتہ جماعت کا خاصّہ ہے۔ اگر وہ کسی وجہ سے گھر نہیں چھوڑ سکتے۔ تو کم از کم اِن کو تو پڑھ سکتے ہیں۔ اور جو ادھکاری ہیں۔ اِن کے مطالعہ سے اُنکے رگِ خیال کے حرکت میں آنے کی اُمید ہے۔ وہ کچھ نہ کریں سرسری طور پر پچن سار کے حصّوں کو پڑھ لیں۔ پھر دوسرے کو دیکھیں۔ اگر کلام دل کو لگتے ہوں۔ تو زندگی کو سادھن میں

تاریخ ۳۰- جولائی ۱۹۱۵ء کو شنکر آباد کی ... بطریق سیر جا رہے تھے۔ اُس پر ایک سنیاسی سادھو نے اپنا ڈیرا جمایا ہوا تھا۔ انھوں نے ہم کو اور ہم نے اُن کو دیکھا۔ ہاتھ سے اشارہ کیا اور اشارہ ... میں اپنے پاس بلایا۔ ہم گئے۔ نمسکار کیا۔ آسن دیا۔ بٹھایا۔ دوران گفتگو میں انھوں نے ... زبان کی ایک نظم سنائی۔ جس کا مطلب یہ تھا:-

"کسی کتے کے منہ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ وہ دانتوں سے منہ دبائے ہوئے پانی کے چشمہ سے گذرا۔ پانی میں اُس کا عکس دیکھا۔ غلطی اور بھرم میں پڑ کر اُس نادان نے اُس عکس کو روٹی سمجھا۔ اُس کے پکڑنے کے لئے منہ کھولا۔ عکس تو کیا ہاتھ آنا تھا۔ منہ کی روٹی گر پڑی۔ پانی بہہ رہا تھا۔ بہہ بھی چلی گئی۔ اسی طرح انسان عکس کے بھرم میں پڑ کر اپنی اصلیت کو بھی کھو بیٹھتا ہے"۔

نظم کا مضمون کچھ اس پیرائے میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ دل پر اُس کا گہرا اثر پڑا۔ طبیعت پر وجد و سرور کی حالت طاری ہوئی۔

کیا یہ صحیح واقعہ نہیں ہے؟ اصلیت انسان میں ہے۔ انسان کے باہر نہیں ہے۔ اُسی کا عکس باہر نظر آتا ہے۔ اور انسان اُس کے بھرم کا شکار ہو کر مصیبت اور تکلیفوں کا آماجگاہ ہوتا ہے۔ اور اپنے آپ بے گناہ کر بھرم سے مارا جاتا ہے۔

* اِن کا نام سوامی ... جی مہاراج ہے۔

استی دیو جسے سیت گرو بڑا دھا سوامی دیال نے اپنی امرت بانی میں فرمایا ہے کہ

آپ آپ کو آپ سمجھا تو
کہا اور کا نیک نہ مانو

اگر ملک میں لبستے وجود جو اس قیمتی اور بیش بہا تعلیم سے مستفیض اور مستفید ہو کر اپنی ذات کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں تو ہر جگہ یہی آرہا ہے۔ کہ سب کے سب کسی نہ کسی قسم کی نادانی میں گرفتار ہیں۔ اور رات دن اپنی ذات سے دور چلے جا رہے ہیں۔ اور سایہ میں نور کی تلاش کر رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ حیرانی اور پریشانی ہوتا ہے۔ اصلیت سایہ میں کہاں ہے بلکہ ہمیشہ یہ خود اصلیت کے سہارے اپنی موہوم اور خیالی ہستی کا تماشہ دکھا رہا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو اس کے وجود کا ظہور غیر ممکن ہوتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس رمز کو سمجھ کر اپنے اندر اور اپنے میں اصلیت حقیقت۔ اور سچائی کی تلاش کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ کسی نہ کسی دن اس تک رسائی حاصل کرلیں گے۔ مگر جو سایہ میں اس کی جستجو کر رہے ہیں۔ خواہ سایہ کو پکڑنا چاہتے ہیں تو ان کو یاد رہے۔ کہ سایہ تو ان کے ہاتھ نہ آئیگا۔ وہ اپنی اصلیت کو بھی کھو بیٹھیں گے ؞

بچپن و سماں
مرتبہ ۱۳ جولائی

رائے کشوری لال اور لالہ ترلوک چند جی ساتھ تھے۔ ہم سب لوگ کشتی پر بیٹھ کر نشاط باغ کی سیر کے لئے جارہے تھے۔ نظارہ قابل دید تھا۔ میلوں تک پانی ہی پانی تھا جس میں سینکڑوں ہرے بھرے کھیت تیر رہے تھے۔ جنہوں نے اس نظارہ کو بچشم خود نہیں دیکھا ہے۔ وہ یقین بھی نہ کریں گے۔ کہ کھیت پانی کی سطح پر کس طرح تیرتے رہتے ہیں۔ بات یہ ہے پہلے تختوں کو اکٹھا کر کے ان کو گھاس وغیرہ اچھی رسی سے باندھ دیتے ہیں۔ پھر ان پر مٹی ڈالکر کھیت بنا لیتے ہیں۔ مٹی جم جاتی ہے۔ بعد وقات نیچے کے تختے سڑگل کر مٹی کی شکل ہو جاتے ہیں۔ اور تیرنے والے مستقل کھیت بن جاتے ہیں۔ ان پر خربوزہ۔ کھیرے۔ کدو۔ سردہ اور ہر قسم کی سبزی وغیرہ بوئے جاتے ہیں۔ یہاں کبھی کبھی ایسے کھیتوں کی چوریاں

بھی ہوتی ہیں۔ یہ نظارہ قابل دید تھا۔ جھیل کے دوسرے سمت اونچے پہاڑ کھڑے تھے۔ جن کے دامن میں کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی خوبصورت کوٹھیاں بنی تھیں۔ اور پانی کے چشمے بھی رواں تھے۔ ان سب کا صاف اور روشن عکس پانی کے اندر نمایاں تھا۔ میں نے لالہ ترلوک چند جی کو مخاطب کیا "دیکھو بھائی! پہاڑ وغیرہ اونچے ہیں۔ ان کا عکس پانی میں ہے جو اونچے پہاڑوں کی صاف صورت آنکھوں سے اس قدر واضح نہیں آتی۔ مگر پانی میں اُن کا عکس اس قدر نمودار ہے۔ کہ تم پتھر پتھر کو گن سکتے ہو۔ درخت وغیرہ تک کا شمار کر سکتے ہو۔ بالکل اسی طرح یہ جگت جو بھاستا ہے اور تم کو نظر آتا ہے عکس ہی عکس ہے۔ سایہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اسی سایہ کو آدمی دیکھتا بھالتا ہے اور اسی پر اپنے فلسفہ۔ گیان۔ اور دنیا کی بنیاد قائم کرتا ہے۔ تمام بحث مباحثہ صرف سایہ ہی پر کئے جاتے ہیں۔ جو در اصل اپنی ہستی سے خالی۔ دوسرے کی ہستی کا عکس۔ اور بذات خود وہم محض ہے۔ جب تک اس کی طرف نظر ہے۔ وہ نظر آتا رہتا ہے۔ اور توجہ کی کشش کا باعث بنا ہوا ہے۔ اور سچی ہستی رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ دور دور رہ کر تم اس عکس کے رگ رگ۔ ریشہ ریشہ۔ اس کے اجزا۔ اعضا سب پر بحث کرو۔ خوب عقلی گھوڑے مباحثہ کے میدان میں دوڑاؤ۔ لیکن جب اس کو پکڑنے جاؤ گے تو وہ کب ہاتھ آئے گا؟ اور اگر اس کی تلاش میں دوڑے۔ تو منہ کے بل بھو ساگر کے پانی میں گرے۔ اور ایسے غرق ہوئے کہ پھر پتہ نہیں چلا۔ اسی کا نام مایا ہے۔ جو آن ہونی ہے اور بھاستی ہے۔ ان ہونی غیر پیدا شدہ کو کہتے ہیں۔ سنسار اسی آن ہونی است مایا کے پیچھے دوڑتے ہوئے دکھی رہتے ہیں۔ مگر یہ کس کے ہاتھ آئی۔ اور ہاتھ کس کے آتی ہے؟ سایہ کو کس نے پکڑا ہے؟ اور کیسے پکڑے گا! اس کا پکڑنا محال ہے ٭

مایا چھایا ایک سی۔ برلا جانے کوے
بھگتا کے پیچھے رہے۔ پیچھے بھاگے سوے

تماشا نظر آتا ہے۔ یہاں آپ میں سراب ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ پانی ہے اندر جا سکتا
ہے یا اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ بالکل اسی طرح
اس ہستی نہ رکھنے والے جگت کا ظہور ہوا ہے۔ اور سب انسان اس کے بھرم میں پھنسے ہیں۔ کیونکہ
اگر اس مایا کو ہم انروچنی اور ناقابل بیان نہیں تو کیا کہیں۔ یہ سب کو اسی طرح ممکن اور
غیر ممکن صورت دکھا دکھا کے بھرماتی۔ بھٹکاتی اور ٹھگتی ہے۔ اس نے برہما۔ وشنو۔ مہیش
رشی۔ منی اور دیوتاؤں کو ٹھگ لیا۔ معمولی عقل والے آدمی جو ہر وقت منطق اور فلسفہ
بگھارتے رہتے ہیں ان کی کیا بساط ہے۔ جو اس کے دام فریب میں نہ پھنسیں۔ یہ سب کے
سب پھنسے ہوئے اسی مایا میں اصلیت تلاش کرتے ہیں۔ اور مایا میں موہ کر ٹھگے جاتے ہیں
یہ سب ٹھگے گئے۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی مایا کو نہیں ٹھگا +

مایا تو ٹھگنی بھئی۔ ٹھگت پھرے سب دیس
جا ٹھگ نے ٹھگنی ٹھگی تا ٹھگ کو آدیس

کمل کو یہاں کنول کہتے ہیں۔ اس طرح بات چیت کرتے ہوئے پھر اور
آگے بڑھے۔ تمام پانی پر کنول کے پتے پھولوں کے ساتھ بکھرے ہوئے
تھے۔ ہرلوگ نے پتوں کو پانی میں دبایا۔ وہ پھر ابھر کر سطح پر آ گئے۔ اور
ان کے اوپر پانی کی بوندیں آبدار موتیوں کی طرح جھلکتی ہوئی دکھائی دینے
لگیں۔ انہوں نے کہا کمل کے پتوں کو پانی نہیں لگتا۔ جیسے کوئی کہتا
ہے کہ کنول کو پانی نہیں لگتا۔ میں نے جواب دیا۔ اس کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے۔ جو تم سمجھے
ہو۔ شاستر کی وہ مراد اور غرض ہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کنول مٹی سے اور
پانی سے پیدا ہو کر اوپر خلا میں چلا آتا ہے۔ اور کیچڑ اور مٹی کا اسے خوف نہیں رہتا۔ تم پانی
میں لاکھ اسے غوطہ دو۔ پانی الگ رہے گا اور پنکھڑیاں الگ۔ یا اسی طرح اس کنول میں ایک
عجیب بات اور ہے۔ اگر دن میں سو گز پانی بڑھ جائے تو کنول کا درخت بھی سو گز اونچا اس کے
ساتھ ساتھ چڑھ جائے گا۔ اور جب اس کا پتا یا پھول رہیگا پانی کی سطح ہی پر رہیگا غرق نہیں

نہ ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر پانی گھٹ جائے تو کنول کی نلی نہ گھٹے گی۔ اسی طرح اس جگت میں گیانی۔ سنت اور سادھو اسی سے پیدا ہو ہو کر اس میں رہتے ہیں۔ مگر اس کا کیچڑ ان کو نہ لگتا ہے نہ پانی بھگوتا ہے۔ یہ کہنے کا مطلب ہے +

جیسے جل میں کنول نرالم۔ مرغابی نرتا سینے
سُرت شبد بھو ساگر تریئے نانک نام بکھانیئے

کشتی کنارے پہنچی۔ اترے۔ نشاط باغ میں داخل ہوئے۔ انسانی دماغ نے قدرتی مناظر کو مغلوب کر کے اپنی طاقت کے زیر اثر عجیب و غریب تماشے دکھلانے کے لئے مجبور کر رکھا ہے۔ اس باغ کا نقشہ قریب قریب وہی ہے جو شالامار باغ لاہور کا ہے۔ اور مغلوں کے تمام باغیچے اسی ایک وضع پر بنائے گئے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یہ میدانی سطح میں ہے وہ پہاڑ پر ہے۔ وہاں سطح ہموار ہے۔ یہاں چڑھاؤ اتار ہے۔ روشیں باقاعدہ جا بجا حوض ہیں۔ جن میں فوارے چل رہے ہیں۔ چند گز اوپر چڑھنے پر دوسرا حوض فواروں کے ساتھ اور علیٰ ہذا القیاس نیچے سے اوپر تک اسی چڑھاؤ اتار کے ساتھ حوض اور فوارے اور روشوں کا تماشہ ہے ہر دو طرف خوبصورت پھول لگے ہوئے ہیں۔ جن کی خوش رنگی اور خوش نمائی صرف کشمیر کی زمین سے مخصوص ہے۔ اور جگہ یہ رنگ روپ نہیں ہوتا۔ نہر اوپر سے آئی ہے۔ اسی کا پانی حوضوں اور فواروں میں بھرا جاتا ہے۔ ان کے بیچ میں کئی بارہ دریاں ہیں۔ جن کے اندر سے پانی گذر کر دیواروں سے نیچے اترتا ہوا مصنوعی آبشار کا لطف دکھاتا ہے۔ یہ پانی کی چادریں عجیب و غریب ہیں۔ دل پر ان کا خاص طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ بارہ دریوں کے علاوہ یہاں چبوترے بھی بنے ہوئے ہیں۔ ان پر بیٹھ کر لوگ آنکھوں سے پانی کی روانی کی سیر کیا کرتے تھے۔ اور مزہ یہ کہ اوپر بارہ دریوں یا چبوتروں پر بیٹھے ہوئے آدمی نیچے کے آدمیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ زمین کے چڑھاؤ اتار اور مکانوں کی ساخت کی وجہ سے ہے۔ ہم نیچے سے اوپر کی طرف جاتے تھے۔ نشاط باغ کی چوٹی پر بھی بارہ دری بنی ہوئی ہے۔ مگر وہ اس قدر

خوبصورت نہیں ہے جس قدر پہلی اور نیچے کی بارہ دری ہے۔ نیچے کے آدمی اُوپر والوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ مگر اوپر والوں کی نگاہ نیچے والوں پر بالکل نہیں پڑتی۔ میرے دل پر اس نظارہ نے ایک خاص قسم کا اثر پیدا کیا۔ اور کبیر صاحب مہاراج کی بانی یاد آئی:۔

اُوپر پانی نا ٹکے۔ نیچے ہی ٹھہرائے
نیچا ہوئے سو بھر پئے۔ اُونچ پیاسا جائے

یہ باغ شاہنشاہ جہانگیر کا بنایا ہوا ہے۔ بادشاہ خلد آشیانی کو کشمیر بہت پسند تھا۔ وہ اسے زمین کا فردوس کہا کرتا تھا۔ اس کا کلام ہے:۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

بچپن سار ۳۱ جولائی

بادشاہ کو قدرت سے عیش پسند طبیعت۔ تفریح پسند دل۔ اور نشاط پسند دماغ عطا ہوا تھا۔ یہاں وہ عیش و عشرت کے خیال سے وقتاً فوقتاً آیا کرتا تھا۔ نور جہاں بیگم ساتھ رہتی تھی۔ جو بطور خود بڑی دماغ والی عورت تھی۔ کون جانے ان دونوں کے متفقہ دماغ نے کشمیر کی قدرتی خوبصورتی کو کس قدر انسانی صنعت گری سے فروغ دیا ہوگا۔ مگر افسوس سوا اس نشاط باغ وغیرہ کے اور کوئی یادگار اُن کی لطیف طبیعتوں کی موجود نہیں رہی۔ زمانہ کے دست ظلم نے سب کو تباہ اور برباد کر دیا ہوگا۔

جہانگیر سچے معنی میں کشمیر پر عاشق تھا۔ اُس کا کلام ہے:۔

خورد گندم۔ آدم۔ از جنت کشیدندش بروں
من کہ خوردم آش جو۔ یارب بکشمیرم رساں

یہ دعائیہ شعر ہے۔ ترجمہ یہ ہے۔ آدم نے جنت میں گیہوں کھایا (فرشتوں نے) اُسے کھینچکر (بہشت سے) باہر کر دیا۔ یا خدا! میں نے آش جو کھایا ہے۔ مجھے کشمیر میں پہنچا دے۔

اسی ایک شعر سے اُس کی طبیعت اور کشمیر پسندی کے جذبہ کا پتہ لگتا ہے۔

مرتے وقت جہانگیر سے پوچھا گیا "آپ کو کیا پسند ہے؟ بہشت یا کشمیر؟" اُس نے

دوسرا سبق یہ ہے۔ کہ جس طرح سورج ایک ہے۔ اور اُس ایک حقیقت والے سے پانی۔ شیشہ۔ مجلّی۔ مُصفّا۔ و شفاف اسباب میں اپنا عکس ڈال کر اپنی ہزاروں صورتیں بنا لیتا ہے اُسی طرح ایک ہی ذاتِ حقیقت نے مختلف طور پر بے شمار رنگ روپ بھر رکھے ہیں مگر مشکل تو یہ ہے۔ کہ سب کے سب عکسی صورتوں کی طرف نظر ڈالے ہوئے ہیں۔ اور اصلی صورت کی طرف مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ سنتوں۔ صوفیوں۔ اور مہاتماؤں نے اسی وجہ سے پنتھ، سطرِ طریقت۔ اور مسالک کی بُنیاد رکھی۔ تا کہ کسی طرح عمل و شغل کے ذریعہ رُوحانی مقامات کی چڑھائی کرتے ہُوئے دھرپد۔ اور مقام آخری کی جانب رجوع ہوں۔ اُس وقت اُن کو توحیدی مسائل۔ اور وحدانیت کے مضامین کی سمجھ آئے گی۔ یہ حضرت سنت شبد یوگ دُنیا کے تمام مجاہدات اور سادھنوں کا جوہر۔ نچوڑ۔ اور خلاصہ ہے ؛

پہلے کر دھیان دل ماتا ۔ پھر ترکٹی کا محل بناسا
سُن مہا سُن تاری لاگے ۔ تب سوہنگ سُورت مجھ جاگے
بھنور گپھا چڑھ مایا تیاگو ۔ ست پُرش کے چرنن لاگو
بھید پائے اُتم پد آؤ ۔ تب تس پد کا مرم کچھ پاؤ
جو کول کتنے اُونچے چڑھے
روپ رنگ دیکھائے تجے "

بچن نتاں
۳ اگست ۱۹۱۸
مقام کلکتہ
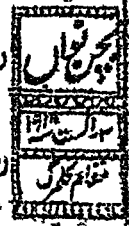
(۱)۔ ایک برکش پر ہیں دو پکشی یک چھوٹا یک بھاری
وہ کھاتا میٹھا کڑوا پھل ۔ یہ رہتا نرہاری
(۲) ایک شیشے پر والا ہے۔ دو جا رنگ برنگا
کہنے کو وہ جُدا جُدا ہیں۔ لیکن دن رہتے سنگا
(۳) چپل والے کو دکھ سکھ کا نے۔ پشچل ایسے رہا بھا
ڈالی ڈالی پھرتا ڈولے۔ کال کا سہے تراسا

(۴) آنکھ کھلی تب جگ پیو تارا - جب سویا تب سپنا
جوگ روگ میں لپٹ رہتا - تین تاپ کا تپنا

(۵) اونچی شاکھا نیچی شاکھا - پھل اتم اور مدھیم
چھدرک چھدرک کر دونوں کھاتا - کرتا رستا ادھم

(۶) اونچے چڑھتا چین کچھ پایا - نیچے بھیا دکھاری
چیتا اُبھی - شو کا تُر ہوے - من سنکلپ وچاری

(۷) من - ملیں تن سوچے پکشی - پرکش تھا دُکھدائی
دِرش ڈال بن پات پات میں - موہ بیلی پھیلائی

(۸) کبھی میٹھا کڑوا پھل چاکھوں - کبھی رس کی باری
ترشنا موہ - کام کے پھندا - کٹھن بجتی چھٹکاری

(۹) ہے کوئی ایسا پرش پریمی مجھ کو آن چھڑاوے
جگ باسنا سے میں چھوٹوں - نہ جھکہ پھیر نہ ستاوے

(۱۰) تب آ کے بانی ہوئی ایسی - درشٹی اونچ کر بھائی
دیکھ مجھے میں تیرا ہوں ساتھی - سنگی سچ سہائی

(۱۱) میرا روپ ہے الگم اپارا - اجر - امر - اناسی
ایک استھائی سرت استھانی - گھٹ گھٹ کا میں باسی

(۱۲) جو کوئی لکھے روپ نج میرا - شبد سنے سکھ راسی
ترت چھڑاؤں تا ہی بند سے - کاٹوں جم کی پھانسی

(۱۳) شبد رسیلا پکشی سن کر - اونچے سیس اٹھایا
دیکھ دیکھ وہ اچرج مورت - تن من میں ہرکھایا

(۱۴) تم ہو کون کہاں سے آئے - کون دھام میں باسا
دیا روپ دھارا یہ کیسا - سچ پرکاش اداسا

(۱۵)-بولا پکشی سُن میرے بھائی - مَیں ہُوں اگم اپارا
جو کوئی ستر ناگت آوے - تا کو دوں میں سہارا
(۱۶)-انباسی پد کو پہنچاؤں - بھید بتاؤں نیارا
پرم اوستھا تاہی دِکھاؤں - کروں آپ نستارا
(۱۷)-تو تو پڑا موہ کے پھندے - آسا ترشنا لاگی
راگ یا شا تیاگ دے من سے - ہو چت سے بیراگی
(۱۸)-یہ تو برکش کال کی مایا - جان اِسے پردیسا
تیرا دھام ادھر ہیں پیارے - چل چل کر پرویشا
(۱۹)-بولا پکشی دین اَدھینا - مَیں ہوں نبل ندانا
کیسی بدھی چلوں دھام کو تیرے - مَیں نہیں چتُر سُجانا
(۲۰)-دیا درشٹی کر تب وہ بولا - چِنتا تج دے بھائی
مَیں تو آیا تو ہی اُبارن - دے اپنی شرنائی
(۲۱)-میری اور دیکھ تو ہردم - بل یورش تب آوے
میرا بل شبلے چڑھ انتر میں - شبد سواد گھٹ پاوے
(۲۲)-پنڈ میں تیرے گھنٹ برہمنڈا - تو ہے آپ انباسی
سوچ سوچ کچھ من میں اپنے - بھرم اُڑا دیا ناسی
(۲۳)-پکشی نے تب تا سوں سیکھا - سُرت شبد بدھی سارا
انہد سادھن کر گھٹ اپنے - بیٹھا جگت وکارا
(۲۴)-جونی دیکھی پرم سُہیلی - سُن انہد جھنکارا
پر پھیلائے اُڑا تب پکشی - چھوڑ برکش سنسارا
(۲۵)-سہس کمل ترکٹی کے اوپر - سن کھنڈ تہا سُن آیا
بھنور گپھا کے پار جھکا نا - ست پد بین بجایا

(۲۶) - اگم الکھ پد کو جب برسا - رادھا سوامی پد ہیں باسا
آپ نہیں دُکھ دارُن کی چنتا - کیا نِروان نواسا
(۲۷) - دھنیہ دھنیہ گورو پرم مہایک - جیو اجان رچنایا
سانچا دھام ملے جب - بیٹھک نہ بیاپے کال نہ مایا

وداں سچن
کلمرگ کشمیر
۸ - اگست ۱۹۱۸ء

اصلیت ایک ہے - نیچے اُس کے عکس بے شمار ہیں - اور جیوں جیوں اوراُتار ہوتا گیا - وہ بے حساب و بے شمار نظر آتی گئی - ابتدا میں کیا تھا؟ نہ ہاں نہ نہیں - نہ اقرار نہ انکار - نہ ہستی نہ نیستی - نہ فنا نہ بقا - وہ کیا تھا کوئی زبان سے نہیں کہہ سکتا - نہ من اُسے سوچ ہی سکتا ہے - نہ وہ نور تھا نہ تاریکی - نہ نیکی تھا نہ بدی - نہ یہ تھا نہ وہ - نہ نیستی تھا نہ ہستی مگر تھا ضرور - کیونکہ اگر وہ نہ ہوتا تو یہ بھی نہ ہوتا - ہستی ہی ہستی ہوتی ہے - نیستی سے ہستی کا امکان محال ہے - مگر وہ کیا تھا - صورت اور بے صورتی دونوں سے مبرّا - پھر کوئی کسے بھی تو کیا کہے - اور کس طرح کہے *

یوں سمجھ لو - وہ ایک سمندر تھا - اُس سے ایک بوند نیچے نکلی - اور اُسی بوند کا پسارا یہ جگت ہے - جس طرح پہلے باپ کے دماغ سے ایک قطرہ برآمد ہو کر بے شمار لڑکے لڑکیوں کی صورت میں آبادی کی شکل میں بے حد وحساب جلوہ آرا ہوا - اُسی طرح اُس سورج کی ایک کرن نے نوراً علیٰ نور بن کر روشنی کے عالم کا جلوہ دکھایا - مگر یاد رہے - کہ ہم اُسے سمندر اور سورج صرف شاعروں کے استعارہ کی زبان میں کہہ رہے ہیں - تاکہ کسی طرح سیدھے اُلٹے ہمارا مفہوم ذہن نشین ہو سکے - ورنہ وہ کیا ہے - اُس کے کہنے کی زبان ہم کو عطا نہیں ہوئی *

وہ جو بوند یا کرن نیچے کی جانب اُتری - وہ صرف عکس محض تھی - حقیقت نہیں تھی - اور حقیقت معلوم ہوتی ہے - جس طرح پہاڑ کا سایہ پانی کے اندر سچا پہاڑ پرتیت ہوتا ہے - اُس سایہ کی اصلیت نہیں ہے - مگر اصلیت معلوم ہوتا ہے - بجنسہٖ یہی حال اس جگت کا ہے

اور یہی کیفیت اُس کے کاروبار کی ہے ؛

اسی اکیلی بُدھ نے سچے آکر کہا "میں ہوں" اور دوستاپد بہت لوگ یا مقام تھا
تھے - اس نے سوچا - اور اس سوچنے سے اُس کے اندر جو خیالی دھار مقدار صورت میں
چمکنے لگی - اُسی کا نام کھشنو گپتا ٹھہرا - شاستر اُسی کو تپ لوگ کہتے ہیں - اس
تپ یا تپنے کی کئی صورتیں ہوئیں - اوّل چونکہ وہ اپنے اندر ہی اندر تپا تھا - اُس کے چھپتر
تجویت کی حالت پیدا ہوئی - جس میں وہ اُنی اوستھا میں انڈا کا دبنا تھت اس حالت
کو شوتیہ لو رحا شوتیہ کہتے ہیں - یہی شوتیہ وادی بُودھوں کا مقام آخر ہے - شاستر کار
اپنے ہرنیہ گربھ یعنی سونے کا انڈا کہتے ہیں - یوگی اس حالت یا اوستھا کا نام جن یا جنم
موہد بتاتے ہیں - جن کے معنی پیدا کرنے کے ہیں - یہ اوستھا تج رُوپ ہے - اسی سے پیچھے
خیالی دھار پھوٹتی ہے - یہ پہلی سُوشپتی کی حالت ہے - اس کا خیال رکھو تاکہ آئندہ
اگلے مرتبے سمجھ میں آویں ؛

اس نے اندر ہی اندر سوچ کر ہرنیہ گربھ بنتے ہوئے سوچا کہ "میں بڑا ہوں" - اور وہ
سب میں سریشٹ - سب سے بڑا - اور سب کی ابتدا کہلایا - اس اوستھا کا نام مہت یا مہر لوک
ہے ؛

پھر اسی بُدھ نے خاص قسم کی شخصیت اختیار کی - اور کہا "میں اکیلا ہوں" - اکیلے
رہنے میں خوف معلوم ہوتا ہے - مگر پھر جب غور کیا - کہ میرے سوا کوئی نہیں ہے - تب
اُس کا خوف دُور ہوا - اور اس بیخوفی کا نام پربرہم یار ہوا - اس نے اپنے آپ کو دو میں
تقسیم کر دیا - جیسے مٹر کا دانہ پہلے ملا جلا ہوتا ہے - مگر تقسیم کر دینے سے دو دال کی صورت میں
نظر آتا ہے - ان میں سے ایک برہمہ کہلایا - اور دوسری مایا - ایک پُرش ٹھہرا - دوسری
پرکرتی ہوئی - ایک ذات ہوا - دوسری اُس کی صفت ٹھہری - ایک کو اصل کہو دوسری
کو نقل - ایک اثبات ہے - دوسری نفی ہے - ایک حقیقت ہے تو دوسری اُس کا سایہ
ہے - پہلے یہ دونوں ساتھ تھے - بعد کو خیالی طور پر الگ الگ ہو گئے - تب برہمہ پتے ہے - یا

سنتوں کی اصطلاح میں اس کو ترکٹی یا مثلثی کہتے ہیں۔ جو تین گنوں کے استھول روپ کا مجموعہ ہے۔ اس حالت سے پہلے گن ہرنیہ گربھ میں مخفی تھے۔ یوگیوں نے اس کا نام اوّیاکرت رکھا۔ اس نے کہا میں ایک سے انیک ہو جاؤں۔ اور حصّی کے اندر خیالی رچنا کے کاروبار بے شمار صورتوں میں جلوہ آرا ہوئے۔ اس مقام کی رچنا اسی طرح ہوتی ہے۔ جس طرح سوتے ہوئے تم اپنے اندر بہت سی خلقتیں پیدا کر لیتے ہو۔ یہ سرشٹی کی پہلی سیڑھی اوستھا ہے۔ اس کا خیال رکھنا تاکہ بعد کے مرحلوں کو ذہن نشین کر سکو۔

اسی کے بعد اسی بہت سی صورت والے نے اپنی مایا یا شکتی کی طاقت سے ستھول روپ دھارن کیا۔ اس کے اور اس میں ہزاروں تختہ۔ ہزاروں سر۔ ہزاروں آنکھ۔ ہزاروں پاؤں۔ اور ہزاروں اِندریاں وغیرہ ہیں۔ اس میں تمام جگت اسی طرح پیدا ہوا ہے۔ جس طرح دھاگے کے آدھار پر موتی۔ اور اس میں مخلوق کی بے حد و حساب صورتیں اسی طرح گتھی ہوئی ہیں۔ جس طرح مالا کے منکے یا دانے ہوتے ہیں۔ یہ وِراٹ وجود ہے۔ جس کا سر دیو۔ (مقام بالا) جس کا پیٹ انترکش (مقام وسط) اور جس کا پاؤں پرتھوی یا پاتال (مقام تحت) ہے۔ شاستر کاروں نے اس کو وراٹ کا نام دیا۔ یوگیوں نے اسی کو ایشور کہا۔ سنتوں نے اس کا نام جوتی نرنجن رکھا۔ اور اس کی حالت کو سہس دل کمل کا خطاب دیا۔ یہ اس سرشٹی کی پہلی جاگرت اوستھا ہے۔ اس کو یاد رکھنا تاکہ آئندہ باتوں کی سمجھ تم میں آوے۔ یہ دُنیا کے تمام مذہبوں کا ایشور۔ پرمیشور۔ خدا عظیم۔ اور روح القدس ہے۔ اور اسی کی پرستش سب میں عام ہے۔ چونکہ اِن کو الوہیت کے آگے مرحلوں کا پتہ نہیں ہے۔ یہ اسی کو سب کچھ سمجھ کر اسی میں اٹک جاتے ہیں۔ اور گورو کے نہ ملنے سے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اِس پُرش کو یوگی سوہ اور اِس کے لوک کو سوہ لوک کہتے ہیں +

* یہ پانچ استھان روحانی ہیں۔ جن کا اشارہ پرانایام کے گایتری منتر میں آیا ہے۔ اودھم ستیم (ست پد) اودھم تپہ (تپ لوک) اودھم جنہ (جن لوک) اودھم مہہ (مہر لوک)

وشم سود (سود لوک) +

یہاں تک تو دیولوی یعنی دو تیہ رچنا کے مدارج ہیں۔ اس کے بعد اسی ویراٹ پُرش سے اس استھول اور جسمانی خلقت کی پیدایش ہوئی۔ اُس کے دو درجے ہیں۔ اوم بھُوو اور اوم بھُوہ +

ان میں بھُوو تو حالت ہے۔ جس میں رُوح اور جسم ملے ہوئے ہیں۔ جیسے جیو اور جنتو وغیرہ۔ اور بھُوہ یہ پرتھوی ہے۔ جس میں جیو بستے۔ رہتے۔ ٹھہرتے۔ جیتے جاگتے۔ اور مرتے کھپتے رہتے ہیں۔ یہ سات رچنا کے مدارج ہم نے شاستروں اور پرانا یوگیوں کے منتر کے نقطۂ نگاہ سے تمھارے ذہن نشین کرا دیئے۔ پہلے ہم نے اُترتے ہوئے لوکوں کا نام لیا تھا۔ اب چڑھتے ہوئے جس طرح پرانی رُوحانی مدارج کو اپنے اندر طے کرتے ہیں۔ اُن کے موافق گایتری کے پرانایام منتر کی یہ صورت ہوگی +

اوم بھُوہ۔ اوم بھُووہ۔ اوم سوہ۔ اوم مہہ۔ اوم جنہ۔ اوم تپہ۔ اوم ستیم

یہ سب ساتوں لوکوں کا پسارا اُوندھا ہے۔ اور وہ اُوندھا بھی عکسی ہے۔ اصلی نہیں ہے اسی سایہ کے اُدھیڑ بُن میں تمام جیو پھنسے ہوئے ہیں۔ اِس سے اُن کی نظر اُونچی نہیں ہوتی +

آدی مایا کینی چتورائی
جھوٹی بازی سانچ دکھائی (پرم سنت کبیر صاحب)

ست پُرش رادھاسوامی دیال نے جیووں کی دردناک اور حسرتناک حالت کو دیکھ کر سنت ستگو سروپ دھارن کیا۔ تاکہ جو جیو جیت دان اور سمجھدار ہیں۔ اُن کے لئے اس عکسی۔ خارجی وہمی۔ اور ہیچ پوچ عالم کا اپنے مُبارک لفظوں میں نقشہ کھینچکر اُن کی نگاہ کو اُونچا کر کے اُس ذات پاک ہستیٔ مُطلق۔ اور اصل حقیقت کا پتہ دیا۔ تاکہ جو ادھکاری ہوں وہ بے تعصبی۔ فراخدلی۔ بلند خیالی۔ اور علو ہمتی سے رُوحانی فیض اُٹھا کر سنتوں کے طریقہ کی طرف رجوع ہوں۔ اور سایہ کی دُنیا کو چھوڑ کر اصلیت سے ہمکنار ہوں +

کہو کیا منظور ہے؟ سایہ کے بھرم میں پڑکر طرح طرح کے مصائب برداشت کرنا۔ یا

اس سے نجات پاکر سرورِ بھجن کا لطف اُٹھانا ؟

گیارھواں بھجن
گلمرگ کشمیر
۷۔ اگست سنہ ۱۹۱۶ء

جس طرح برہمہ رُوپی بُوند میں سُوشپتی سُپن سادر جاگرت ہے اُسی طرح وہی حالت تمام جیوُں میں عام ہے - برہمہ ذات حقیقت کا عکس ہے - اور یہ جیو بھی اُسی کے عکس ہیں - اِن میں جو اصلیت ہے اُسی کی ہے - صرف حالت اور مقام کا فرق ہے - کوئی اس وقت یہ مشکل ہماری بات کو سمجھ سکیگا - ہم کہتے ہیں برہمہ کی سرشٹی استھتی سے پرلے بھی ویسی ہی ہوتی ہے - جیسے جیوُں کی ہوا کرتی ہے - پس وہ بھی کسی حالت میں ہمارا معراجِ تمنا نہیں ہو سکتا - اور نہ ہونا چاہیئے - ہم کو تو کوئی ایسا اِشٹ اختیار کرنا چاہیئے جو سب سے اُونچا ہو - اور سنت مت میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے ٭

بارھواں بھجن
گلمرگ کشمیر
۸۔ اگست سنہ ۱۹۱۶ء

اس مایہ کے بھرم سے بچنے اور اُس کے جال سے نجات پانے کے طریقوں میں ایک ابھیاس ہے - دوسرا ویراگ ہے ٭

ابھیاس کیا ہے ؟ نظر کو اس قدر اُونچا کرنا - کرتے رہنا - اور اُونچا کرکے اِس قدر تجربہ حاصل کر لینا کہ دِل کے اندر اس مایہ کا ذرا بھی وہم و گمان نہ رہنے پاوے - وہ اِس کے اثرات سے بالکل پاک و صاف ہو جائے - یہ ایک بات ہے - دوسری بات مہاتماؤں - سادھوؤں اور سنتوں کا ست سنگ ہے - یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جزوی یا کلی طور پر اپنی نگاہ کو اُونچی کر لی ہے - اور خوشی سے دوسرے حاجتمندوں کو اپنے ذاتی تجربات سے مستفید کرتے رہتے ہیں - کسی حد تک یہ بات سد شاستروں اور مقدس کتابوں کے مطالعہ سے بھی ممکن ہے - مگر کتاب بطور خود کسی پاک شاغل اور انتری کمائی کئے ہوؤں کی تشریح کی محتاج ہے - اس لئے ست سنگ کو پہلے درجہ کی اہمیت ہے - اس کو دوسرے درجہ کی - اس قسم کی صحبت سے ابتدا میں زبانی اور علمی معلومات میں اضافہ ہوگا - بعد کو یہ معلومات دل کو سوچنے کے لئے مجبور کریں گی - اور بے تعلقی اُس کا نتیجہ ہوگی - بے تعلقی جسم - نفس - اور دِل سے کرنی ہے - اور اِسی

ہے تعلق کا نام دھیان ہے۔ ان دونوں عملوں کو اس وقت تک ساتھ ساتھ چلنا چاہیے جب تک اپنا ذاتی انبھو نہ پھرے۔ اور انتر میں کچھ چڑھائی نہ ہو جائے۔ ابھیاس اور دھیان ہی پرمارتھ کے اصلی طریقے ہیں۔ اور ان دونوں سے پہلے شوق بڑھتا ہے۔ پھر طلب کو روز بروز حرکت ملتی ہے۔ اور طلب اور شوق پیچھے عشق اور پریم میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ معشوق و مطلوب کا اپنے اندر پتہ لگتا ہے۔ اور یہ پتہ عاشق اور معشوق کو ملا کر ایک کر دیتا ہے۔ ان کے ایک ہونے کا نام توحید ہے۔ توحید سے معرفت آتی ہے۔ جسے ہم گیان کہتے ہیں۔ اور جب گیان ہو جاتا ہے تب استغنا یعنی بے پروائی آ جاتی ہے۔ اسی بے پروائی کو ویراگ کہا جاتا ہے۔ اور جب دل بالکل خواہشات اور وسوسات سے پاک ہو جاتا ہے۔ تب روح روح میں فنا کا درجہ حاصل کرتی ہے۔ فنا کے معنی معدوم ہونے کے ہیں جیسے بیخودیت ہے۔ تجردیت ہے۔ سمادھی ہے۔ اور سمادھی میں ایسے نروکلپ سمادھی کہا جاتا ہے۔ سوکلپ سمادھی میں دویت بھاؤ اور انیت خواہ تجربیت رہتی ہے انیت اور اہنکار یا تنفر دور نہیں ہوتا۔ نروکلپ سمادھی ان خطرات۔ خدشات۔ اور وسوسات سے پاک ہے۔ اور پھر ایسی فنا کو اصلیت۔ اصلی ہستی۔ اور بقا کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔ یہ تصوف کے سات منازل ہیں۔ جن کا ہم نے دوسری شکل میں [illegible] کی تیسری منزل میں نقشہ کھینچا ہے (دیکھو پچھن سنت حصہ دوم) کسی نے انھیں رموز کو کسی طرح بیان کیا اور کسی نے کسی طرح۔ مطلب اور مراد دونوں فریق کا ایک ہے۔

پل پل کھیلوں شبد میں انتر رہی نہ ریکھ
سمجھے کا مت ایک ہے کیا پنڈت کیا شیکھ
[illegible]

اب ہم اس ابھیاس کی دوسری طرح تشریح کرتے ہیں:۔

(الف) — (۱) — اوم بھجو = جسم سے اوپر آؤ۔ خواہ جسم سے اونچے چڑھو۔ نظر کو بدل دو — (۲) — اوم بھجو = جیو ہننے کے خیال۔ دل کی خیالی حرکت۔ اور جسم۔ دل۔ اور روح کے باہمی تعلقات کو غور

کیتے ہوئے اپنے اندر اُس مقام پر چڑھو۔ جہاں جیو ہے۔ اور جہاں سے جیو پنے کی ابتدا
پیدا ہوتی ہے۔ (۳)۔ اوم سُوہ = پھر سوچو۔ اس جیو کا آدھار اور مدار علیہ کیا ہے۔ اپنے
اندر اُس کے مقام پر چڑھو۔ اسی کو ہم نے اُوپر ویراٹ پُرش۔ ایشور۔ اور خدا کہا ہے۔ اس سے
تعلق پیدا کرو۔ واُس کا مرکز جان کر اس سے کچھ دنوں لو لگاؤ۔ تاکہ تم میں اُس کا بل آوے
بغیر اُس کی مدد لئے ہوئے اندر کی چڑھائی محال ہے۔ ورنہ تم تھک جاؤ گے۔ اور اُوپر نہ چڑھ
سکو گے۔ پہاڑ کی چڑھائی سخت مشکل ہوتی ہے۔ (۴)۔ اوم مہہ = پھر وہ جو اس سے بھی
بڑا ہے۔ اُس کا مرکز اپنے اندر تلاش کرو۔ یہ سب مقامات تمہارے اندر ہیں۔ کسی باخبر [illegible]
سے اُن کا پتہ لگیگا۔ یہ خدائے عظیم اُوپا کرت کہلاتا ہے۔ اس کے ساتھ با تعلق ہونے سے
بڑائی ملتی ہے۔ اور تم با عظمت ہو جاؤ گے۔ یہ بھی نہایت ضروری شغل ہے۔ (۵)۔ اوم جنہ =
اس کے بعد جن لوک یعنی اس خارجی عالم کے بیچ کے استھان پر چڑھو۔ جو ہرنیہ گربھ کہلاتا
ہے۔ یہی اصلی معنی ہیں اِس ترگنا تمک جگت کا سوامی مدد کرنے والا۔ اور اپنے اندر سے کرمی
کی طرح منہ سے رچنا کا جال نکالنے والا ہے۔ یہ تین پد ستوہ۔ جتوہ۔ تموہ یعنی پراشٹا اور پاکرت
اور ہرنیہ گربھ برہم کے تین مختلف پد ہیں۔ ان کو سمجھ لو۔ خواہ ان کو ست سنگ میں جاکر
بوجھ لو۔ (۶)۔ اوم تپہ = جب شبل روپ برہم کے تین اُونچے استھانوں کو طے کر لیا۔
تو اب تپ لوک کو جاؤ۔ جہاں سے دھار تپتی ہوئی نیچے سے اُتری ہے۔ اور جو تمام رچنا
کا آدھار ہے۔ اس کا نام پر برہم یا شُدھ برہم ہے۔ یہ برہمانڈ کے وہ چھ استھان ہیں۔
جن میں اس کا پنڈ میں عکس بالترتیب موجود ہے۔ اور جسے شاکت مت والے اور دوسرے
شاستر کار چھ چکروں کا نام دیتے ہیں۔ جب تک یہ مقام طے ہو لیگا۔ اُونچے کوئی بھی
نہیں جا سکتا۔ اسی پر برہم کا نام مہاکال ہے۔ اور اس کے نیچے جتنے جس برہم کے تین
روپ دکھائے ہیں وہ کال کہلاتا ہے۔ کال وقت کو کہتے ہیں۔ وقت مجسم کا نام کال ہے۔
جس کے اندر۔ جس کے زیر اثر۔ اور جس کی وجہ سے واقعات کا بار بار بہ تکرار اعادہ
ہوتا ہے۔ اُسے وقت یا کال کہتے ہیں۔ کال پُرش ہے۔ مگر اُس کی شخصیت اور فردیت

اس قدر لطیف ہے۔ کہ معمولی دل دماغ اور عقل کا آدمی اُسے سمجھ نہیں سکتا۔ تاہم پڑھنے والے ان لفظوں کی مدد سے کچھ نہ کچھ سمجھ آجائے گی۔ اس کال کی چوٹی پر مہاکال ہے۔ جو تپ لوک کا مالک اور دھنی ہے۔ برہم میں تو سرشٹی۔ ستھتی اور پرلے کا اعادہ ہوا ہی کرتی ہے مہاپرلے کی حد یہ مہاکال ہے۔ اس تک پرلے کی حد ہے۔ اس کے آگے نہیں ہے۔ (ج)۔ اوم ستیہ۔ اب ستیہ پد پر آؤ۔ ست کا نام بقا ہستی۔ ذات۔ اور حقیقت ہے۔ یہ موت کے خطرات سے آزاد ہے۔ جو شخص ابھیاس کرکے یہاں تک پہنچ جائیگا۔ وہ روح رسیدہ واصل بذات حق اور ست لوک کا باسی ہو جائے گا۔ اور پھر جنم مرن کے خوف سے نجات پاجائے گا۔ اس کو اصلیت میں جگہ ملے گی۔ اور پھر بھول کر وہ سایہ کی طرف رُخ نہ کریگا۔ یہ گایتری منتر کے ابھیاس کی تشریح ہے +

(ب)۔ اسی طرح صوفیوں کے روحانی منازل اصطلاحات کے متعلق جیسے ناسوت ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت۔ ہاہوت۔ الہوت۔ ہویت وغیرہ کی بھی تشریح کی جاسکتی ہے۔ جو پرانا نام گایتری منتر کے اصطلاحات ہیں۔ وہ یہ بھی ہیں۔ ہاں اس قدر فرق ہے۔ صوفیائے کرام نے مذہبی فلسفہ کو باقاعدہ بنایا۔ اور نہ قابل اطمینان وضاحت کا اُن کے یہاں اہتمام ہے۔ وہ منقولات۔ غزلیات۔ اور مطالب ہی تک اپنی تعلیم کو محدود رکھتے ہیں۔ مگر اُن کا طریقہ عملی ہے۔ اور عمل سے وہ نہ صرف روحانی مدارج کو طے کر لیتے ہیں۔ بلکہ صاحب کشف اور صاحب ادراک بن جاتے ہیں۔ میں ان الفاظ کی صراحت یہاں کر دیتا۔ مگر چونکہ [illegible] کتاب موسومہ بہ روحانی ترقی میں بیان کر چکا ہوں۔ اس لئے اس موقع پر نظر انداز کرتا ہوں۔ یہ کتاب تیرہ ابواب میں ہے۔ جس کا جی چاہے وہ گیانی ماہ جون ۱۹۱۸ء کو منگاکر مطالعہ کرے۔ اُسے اطمینان ہو جائے گا۔ یہاں میں ایک اور خاص طرح پر اس کی وضاحت اور صراحت کرتا ہوں۔ جو اس کتاب کے طرز بیان سے بالکل مختلف ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

صوفیوں کی معراج تمنا دائمی بقا۔ دائمی ہستی۔ اور ذات مطلق سے واصل ہونا

ہے۔ اور ان تمام مقامات اور منازل کا طے کرنا اُس کے حصول و تکسیب کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے ✦

ناسُوت۔ غفلت ہے۔ یہ جسمانیت ہے۔ اس غفلت کو جسمانی طبقہ سے اُونچا کر کے رُوحانی طبقہ میں پہنچا دو۔ یہ ابتدائی منزل ہے۔ غفلت متصف بہ اوصاف ذمیمہ مکروہ۔ مضر اور مذموم ہے۔ غفلت متصف بہ اوصاف حمیدہ احسن۔ مفید اور مرغوب ہے ✦

ملکُوت۔ کا تعلق دلی جذبات سے ہے۔ اِنسان اس مقام پر پہنچکر اس قدر پاک و صاف ہو جائے کہ اُس میں ملکُوتی یعنی فرشتوں جیسے اوصاف پیدا ہو جائیں۔ اور انسُور کی پاک محبت اُس میں عود کر آئے۔ کوئی غیر حق خیال اُس کے دل میں نہ آنے پاوے ✦

جبروت۔ کی نسبت رُوح۔ بلکہ انفرادی رُوح کے منزل سے ہے۔ اس کا اصلی مقصد مشاہدۂ رُوح ہے۔ جو اصل میں مشاہدۂ رب سے مختلف نہیں ہے۔ سالک اپنی نظر کو اس طرح بنالے۔ کہ سوا رُوح کے اور کسی کا منظر اُسے نظر نہ آوے ✦

لاہوت کا مطلب "نہ ہونا" ہے۔ جب یہ طبقہ سالک کی راہ میں آجاتا ہے۔ تو یہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ سوا ذات مُطلق کے نہ کوئی ہے۔ نہ ہُوا۔ اور نہ ہو گا۔ اور اُس کے سوا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔ اور کوئی ہو کیسے سکتا ہے! اگر دو جوہر لطیف مانے جائیں گے۔ تو دونوں ہی محدود ہونگے۔ محدودیت نقص ہے۔ ناقص میں کمال کہاں ہو سکتا ہے۔ اہل صُوفی اہل سلوک کے مسالک کی پیروی کرتے ہوئے جب اِس مقام پر پہنچے۔ تو اُس کو رب عظیم کے محیط کُل۔ اور مکمل ہونے کا علم ہُوا۔ وہ انسان۔ انسان کے جسم۔ انسان کی رُوح اور انسان کی ذات تک کو رب جلال کی جلالی و جمالی شان کا جلوہ سمجھنے لگا ✦

ہاہُوت ہونے کو کہتے ہیں۔ یہ ذات مُطلق اور ہستی مُطلق سے مُراد ہے۔ مگر ابھی تک علم ہے۔ اس لئے غیریت۔ اثنینت۔ اور دوپنے کا خیال موجود ہے۔ وہ ذات حقیقی تو ہو گیا۔ مگر غیریت کا اجمالی لطیف علم سدّراہ ہے۔ اس علم کی فنائیت ہویت اور ہُوت الہوت

میں ہو جاتی ہے۔ تب صدق کو بقا کا رتبہ ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جاتا ہے۔ یہی نجات اُخروی
ہے۔ یہی مقام تقرب ہے +

پس تعصب اور تنگدلی کو چھوڑ کر ہر شخص کو جو اصلیت اور علم ذات کا شائق ہے۔ ہر جگہ سچائی کی تعظیم کرنی چاہیئے۔ تعصب رُوحانی مرض ہے۔ جس میں بیماری ہو۔ وہ چاہے جیسا لایق فایق عالم فاضل ہو مگر روحانیت کی اہلیت سے محروم رہیگا +

یہاں ایک بات اور ہے۔ جو ذہن نشین کرانا ہے۔ کیونکہ جو صوفیوں کا مقصود ہے۔ وہی بہ الفاظ دیگر یوگیوں کا بھی مفہوم ہے۔ جو الفاظ گائتری کے پرانا یام منتر میں آئے ہیں۔ وہی بشکل دیگر ان کے یہاں موجود ہیں۔ مگر چونکہ وہ کسی بوقت سنسکرت زبان سے عربی میں ترجمہ کئے ہوئے تھے۔ اصلی صورت اور اصلی غرض و مراد کو قایم نہ رکھ سکے تاہم باخبر اور واقفکار سنت بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جو وہ ہیں وہی یہ ہیں۔ اب سنو ناسوت میں بےخبری۔ لاعلمی۔ اور نادانی ہے۔ جو اوم بھو وہ سے مخصوص ہے۔ ملکوت میں باخبری۔ باعلمی۔ اور دانائی ہے۔ جو چیتن روپ اوم بھوہ وہ سے منسوب کی جا سکتی ہے۔ جبروت میں دیکھنا۔ مشاہدہ کرنا۔ اور ملاپ کرنا ہے۔ جو اوم سوہ سے مربوط ہے۔ یہ مقام البشور کا ہے۔ لاہوت غیر حق کی ہستی سے منکر۔ اور حق کی ہستی کا مقر ہونا ہے۔ جو اوم مہہ سے متعلق ہے۔ کیونکہ وہی اصلی حیثیت بجتی اور با عظمت ہے ہاہوت اصلی او حقیقی ہستی کا قایل ہو کر اس سے ہمدوش ہونا ہے۔ یہ اوم جنہ کا مضمون ہے۔ کیونکہ یہ وہی ہستی ہے جس سے سب پیدا ہوئے ہیں۔ اسی طرح باقی کے دو رجاؤں کو سمجھئے۔ جو اوم تپہ اور اوم ستیم کی مراد کو ذہن نشین کراتے ہیں +

اہل تصوف اور اہل یوگ کی جزوی اور کلی مشابہت دکھا دی گئی۔ جو ذرا بھی عمل کرتے ہیں وہ اسے مانیں گے۔ اور صحیح تسلیم کریں گے۔ اور جن کو اب تک فقیروں کی صحبت میسر نہیں آئی ہے۔ وہ اسے سمجھ ہی نہ سکیں گے۔ ماننا اور نہ ماننا تو الگ رہا +

(ج) - اسی طرح اب سنتوں کی نقطۂ نگاہ سے علم مجاہدہ کی وضاحت کرتے ہیں:-

سنتوں کا طریق اِن سب سے لطیف۔ باقاعدہ۔ اور زیادہ صاف ہے۔ پرانا یانی یوگی تو اب
رہتے نہیں۔ ورنہ وہ اُس پرانا یام منتری ویسے ہی تشریح کرتے جیسی میں کرتا ہوں۔ رہے
صوفیوں میں اہلِ سلوک۔ اُن میں سے بہتیرے تو یہی نہیں جانتے۔ کہ یہ اہلِ سلوک کے
مقامات رُوحانی کا عکس انسانی جسم کے اندر کس کس جگہ ہے۔ کوئی دل پر ضربیں لگاتا
ہے۔ کوئی وِرد کرتا ہوا چلّہ کھینچتا ہے۔ کوئی صوت سرمدی کا شایق ہے۔ کوئی
سُلطان الاذکار کا عامل ہے۔ کسی کو معمولی طور پر درشٹی سادھن یعنی آنکھ کی پتلیوں
کے اُلٹ کریوں ہی آناپ شناپ اندرونی تجلّے کے مشاہدہ کرنے کا شغل سکھایا جاتا ہے۔
فائدہ تو اِن کو ہوتا ہے۔ کیونکہ کسی کی بھی کمائی اکارت نہیں جاتی۔ انسان کا دل اس دُنیا
میں بہترین اور برترین معجزہ ہے۔ یہ جدھر متوجہ ہوگا۔ تعجب خیز اور حیرت انگیز نتیجے کر
دکھائے گا۔ مگر ہمارا مطلب کچھ اور ہے۔ روحانی تعلیم کی باقاعدگی۔ اور مقامات کی صراحت
کا تفصیلی اور توضیحی علم یہاں بھی مفقود ہوگیا۔ اِن سب کی کمی کو سنتوں نے اپنی تعلیم سے
پوری کردی۔ سو وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے وقت سب کا علم بتا دیتے ہیں۔ اور تمام روحانی
مرکزوں کو جتا دیتے ہیں۔ جس طرح انسان کے جسم کے خاص خاص رگ کے دبانے سے
خاص خاص طرح کے اثر ہوتے ہیں۔ اُسی طرح اس خاکی جسم کے اندر خاص خاص مقام
اور مرکز پر توجہ کے قایم کرنے سے خاص خاص طرح کی لذّت۔ سرور۔ اور علم حاصل ہوا کرتے
ہیں۔ اور رادھا سوامی مت میں بالخصوص خاص خاص طرح کے سادھن بتا کر تمام علمی
اور ابھیاسی کا کام آسان کردیا جاتا ہے ؀

پہلے یوگی سفلی کنٹ چکروں کا سادھن کرکے دماغ کی طرف رجوع ہوتے تھے۔
سنتوں نے اِن کے اس عمل کو بالکل متروک کرادیا۔ کیونکہ یہ سخت مشکل تھے۔ اور ان سے
سوا معمولی دلی یکسوئی کے رُوحانی فائدہ کمتر ہوتا تھا۔ اُن کا عمل تیسرے تِل کے استھان
سے شروع ہوتا ہے۔ جس کو صوفی نقطۂ سویدا۔ یوگی شیو نیتر۔ رُودر نیتر یا تیسری آنکھ
کہتے ہیں۔ اس کا نام ترِی نیتر بھی ہے ؀

اب ان کے روحانی مقامات کے نام سنو۔

(۱) سہس دل کنول - یہ ہزار دل یا پنکھڑیوں کے کمل کا استھان ہے۔ جو تیسرے تل سے ذرا اونچا اور اُس سے بالا ہوا ہے۔ یہ وراٹ پرش یا جوت نرنجن کا لطیفہ ہے جس کے ہزاروں سر ہزاروں پاؤں۔ ہزاروں اندریاں وغیرہ ہیں۔ یہی کثرت کے خارجی عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہاں جوت کا مشاہدہ۔ اس کی تجلی کا سامنا۔ اور اس کے ناد کا سامعہ سنت مت کے ابھیاسی کا پہلا کام۔ ابتدائی منزل اور پہلی چڑھائی ہے۔ یہ پیرہ کی جاگرت اوستھا ہے۔

(۲) ترکٹی - یہ اوم کا پد - برہم کا استھان ہے۔ جس کو اویاکرت کہا گیا ہے۔ اس سے خیالی کثرت کے عالم کا ظہور ہوا۔ جس طرح ہم سوتے وقت اپنے ہی دل سے خیالی رچنا بناتے رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ کام بیٹھے ہی اندر اندر یہ بھی کرتا ہے۔ اس میں چونکہ تین گن رج - ست - تم - اور تین شخصیتیں - ایشور - جیو - پرکرتی - اور تین گنوں کی تین طبیعت دھاریں - برہما - وشنو - اور مہیش شامل رہتی ہیں۔ اس لئے اس کو ترکٹی - اور مثلثی کہا گیا ہے۔ تثلیث کی دنیا کا مظہر - مخزن - منبع اور سرچشمہ یہی مقام ہے۔ اسی میں باپ - بیٹا - اور روح القدس کا گمان ہوتا ہے۔ کسی کسی نے اسے ہرنیہ گربھ بھی کہا ہے۔ مگر وہ غلطی ہے۔ یہ مقام برہم کی سپن اوستھا ہے۔ یہاں اویاکرت برہم کی تجلی کا مشاہدہ - برہمانڈ کا معائنہ - اور اوم دھنی کا سامعہ ہوتا ہے۔

(۳ و ۴) - (۱) - سُن - (۲) - مہا سُن - یہ ہرنیہ گربھ کا مقام ہے۔ جو بیج روپ ہے۔ چونکہ اس حالت میں چڑھائی کے وقت تاریکی سی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نام ظلمات بھی رکھا گیا ہے۔ سُن کیا ہے سشپتی صغرےٰ اور مہا سُن کیا ہے سشپتی کبرےٰ اس مقام پر آکر اسی طرح محویت کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جس طرح سشپتی میں جا کر ہم سب لوگوں کو بے خبری ہو جاتی ہے۔ اور اگر واقفکار مرشد کامل مدد نہ دے۔ تو پھر اس سے آگے چلنا بالکل ہی غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ برہم رندھر کی اصلی چوٹی ہے گورو کی مدد سے

جب تاریکی زایل ہوتی ہے۔ بیخبری کی حالت معدوم ہو جاتی ہے۔ اور تب اُس کا علم ہوتا ہے۔ یہاں آکر ہیرنیہ گربھہ کا درشن۔ اُس کے بیج رُوپ کا علم۔ اور رارنگ ستار بگل وغیرہ چار قسم کی آوازوں کا سامعہ ہوتا ہے۔ اکثر ناواقف یوگیوں نے اِسی کو نروکلپ سمادھی مان لیا۔ یہ حالت برہمہ کی گہری نیند یا سوشپتی کہلاتی ہے +

(۵) بھنور گپھا۔ یہ پربرہمہ کا پد ہے۔ یہ اس تمام رچنا کا آدھار ہے۔ اسی کو مہاکال بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مقام ایک گردش کرنے والا چکر ہے۔ جس سے آدی مایا کی دھار چھوٹتی ہے۔ اور نیچے کی تمام رچنا کو تقویت دیتی رہتی ہے۔ جیسا کہ اُوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔ یہاں چڑھ کر پربرہمہ کا ساکشاتکار۔ کال اور مایا کا مشاہدہ۔ اور مُرلی کی دُھن کا سامعہ کیا جاتا ہے اس میں وحدت کا بیج ہے +

(۶)۔ سنت پد۔ ست دھام یا ست لوک۔ یہ مقام وحدت ہے۔ جو ہستی مُطلق۔ ذات حقیقت۔ اور جوہرِ اصلیت کہلاتا ہے۔ جو یہاں آگیا۔ وہ کال چکر سے پرے پہنچ گیا۔ اب اس کو جینے مرنے کا خوف باقی نہیں رہا۔ یہاں آکر ست پُرش کی تجلی کا مشاہدہ اور بین کی دُھن میں حق حق اور ست ست کی صدا گوش زد ہوتی ہے +

(۷)۔ (۱)۔ الکھ۔ (۲)۔ اگم۔ (۳)۔ رادھا سوامی۔ یہ تین مقامات کہنے کو تین مگر باہم گرملے جُلے ہوئے ہیں۔ یہاں شبد کی دھن خاص قسم کی ہوتی ہے۔ تجلی بھی بڑھ سے بڑھکر ہے۔ جو کوئی یہاں تک رسائی پیدا کر لیتا ہے۔ وہ پرم سنت کہلاتا ہے۔ اور پھر اُس میں امتیازی حالتوں کا قطعی میل نہیں ہوتا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ گورو کی بانی ہے :-

جو کوئی اِتنے اُونچے چڑھے
رنگ رُوپ ریکھا سے نڑے

یہ سنتوں کا طریق مجاہدہ ہے۔ جس کا اجمالی مگر توضیحی نقشہ لفظوں میں کھینچ دیا گیا ہے۔ تاکہ ابھیاسیوں کو کم از کم علمی واقفیت تو ہو جائے +

اکتوبر ۱۹۱۸ء

سنت مت اس نظریے سے دنیا کا بہترین روحانی طریق ہے۔ جو علاوہ آسان ہونے کے سریع الاثر بھی ہے۔ مرد و عورت۔ جوان و بوڑھا اس سے بلا کسی خوف و خطر کے یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہاں ادھکار اور ہدایت شرط ہے۔

یہی جینا یا پُرش ہے ہمیشہ کے لئے نکلنے کا متعلق ہے۔ اس پر بحث مباحثہ۔ یا علمی مناظرہ و مجادلہ کرنا غلطی کرنا ہے۔ یہ صرف کرنی کا مارگ ہے۔ کتھنی کا مارگ نہیں ہے۔ گورو نے فرمایا ہے:-

یہ کرنی کا بھید ہے ناہیں بدھی بچار
کتھنی چھوڑ کرنی کرے تب پاوے کچھ سار

اس بچن کو پڑھنے والے وسیع نظری سے غور کریں گے۔ اُن کو سچائی پرتیت ہوگی۔ اور جو اس کے سادھن میں ہمہ دل ہو کر لگیں گے۔ وہ کرم۔ اپاسنا۔ اور گیان کے ٹھیک ٹھیک پر آسانی عبور پا کر اپاسنا و دھیانی۔ اور گیانی ہوتے ہوئے خود بخود پرسنت گتی کو پراپت کریں گے۔ کیونکہ جہاں یہ سادھن سکھایا جاتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ست سنگ میں تمام دنیا کے مذہبی بھتی پہلوؤں کو دکھاتے ہوئے۔ دینیات۔ معقولات۔ اور فلسفہ کا علم بھی بخش جاتا ہے۔ تاکہ ابھیاسی میں بھرم کی وجہ سے کوئی لغزش نہ آنے پاوے۔ یہاں ویدانت۔ سانکھیہ۔ اور یوگ کے بھی رموز پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ کسی کی تردید یا مخالفت سے کام نہیں لیا جاتا۔ کیونکہ رادھا سوامی مت اصل میں بالکل بے تعصبی۔ فراخدلی اور وسیع نظری کا طریق ہے۔ بالعوض کسی کے کھنڈن کرنے کے یہ سب کی سچائی کو تسلیم کرتا۔ اور حتی الامکان اُن کے اصلی اسرار سے بھی واقف کر دیتا ہے۔ یہ سب کا جانی اور سب کا مددگار ہے۔ پورانوں کے راز سربستہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سب لوگ کہتے ہیں "سنت مت سرب مت پرکاشک ہے"۔

ایک مہاراجہ صاحب بہادر کو خط لکھا گیا:-

شری مہاراج اُدھراج!

چودھواں بچن
گلمرگ کشمیر
۸- اگست سنہ ۱۹۱۶ء

صد بودی و سہ شُدی۔ زسہ گشتی دُو
ہشیار! کہ وست خواہی شُستن ہم زدو
کثرت چو نمود رُخ بسُوئے قلّت
تثلیث اثنین خود بخود کرد نمو
زیں بعد قدم چو سُوئے وحدت برسید
در وحدت منزلِ فنا ہست بجُو
واحد شُدی فانی شُدی۔ باقی است نشاں
اکنوں چہ کُنی۔ شنو۔ زمن گُفت و گو

از خوفِ خدا بترس و از آہِ غریب
لنت بہ کسے چو دارد او قاصد خو

اس نظم میں وحدت۔ کثرت اور قلّت کے طبقات کی طرف اشارہ ہے اور بس +

فقیر شیوبرت لال (بجدھ ہی والا)

پندرھواں بچن
گلمرگ کشمیر
۹- اگست سنہ ۱۹۱۶ء

پنتھ کے معنی ہیں راستہ۔ اور طریقت کا ترجمہ بھی راہ ہے۔ جو
پنتھ پر چلے وہ پنتھائی ہے۔ اور جو طریقت کی پیروی کرے۔ وہ اہل
طریقت ہے۔ مسلک بھی راستہ کو کہتے ہیں۔ اور سالک راہ چلنے
والا ہے۔ پنتھ۔ طریق۔ اور مسلک کہاں ہے؟ یہ ہر انسان کے
گھٹ میں ہے۔ اور جس کو چلنا ہوتا ہے وہ اپنے ہی اندر چلتا ہے
باہر نہیں جاتا۔ اس راہ میں ٹھکے اور پڑاؤ ہیں۔ اور انھیں کا نام مرحلہ ہے۔ اس راہ کا کوئی

ہے یہ مقصود بھی ہے۔ اور جب مسافر منزل پر پہنچ جاتا ہے تب اُسے پھر پتھگامی۔ اہلِ طریقت
سالک نہیں کہتے۔ بلکہ وہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ اس اندرونی راہ کا منزلِ مقصود ذاتِ
حقیقت ہے۔ جب درمیانی راہ رکاوٹیں ختم ہو گئے۔ اور وہ ٹھکانے آ گیا۔ تب وہ خود ذات
حقیقت ہو گیا۔ قطرہ سمندر میں مل گیا۔ ڈھونڈنے سے بھی اُس کا پتہ نہ ملیگا۔ ذرا کسی بوند
کو زیادہ پانی میں ڈال کر تلاش تو کرو۔ اگر وہ قطرہ یہاں ملتا ہوگا۔ تو واصل حق کی بھی شخصیت
کا پتہ لگ سکیگا۔ مگر یہ بالکل وہم و گمان ہے۔ سنسکرت کا مسئلہ ہے " برہم وِد برہمہ
بھوتی " جس نے برہم کو جان لیا۔ وہ خود برہم ہو گیا " برہم پنتھائیوں کا منزلِ مقصود
نہیں ہے۔ بلکہ وہ پنتھ کی زنجیر کی درمیانی کڑی ہے۔ جیسا کہ پہلے بچنوں میں نہایت صفائی
اور وضاحت کے ساتھ دکھا دیا گیا ہے۔ اب چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اُسے اختیار ہے۔
ہم نے تو اپنے طور پر سمجھانے بجھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ برہم پہلی ہوئی وسیط
حق اور محیط کل شخصیت ہے۔ اُس تک تمیز کی لکیر کھینچی جا سکتی ہے۔ " برہم " لفظ خود صفاتی
ہے۔ صفت ہی کا دوسرا نام مایا ہے۔ برہم کی ضد کو مایا کہتے ہیں۔ مگر ذاتِ حقیقت نہ ایک
ہے نہ دو۔ نہ محیط ہے نہ محدود۔ سمجھو تب کام بنے۔ اور اگر نہیں سمجھے تو ہم کیا کریں۔ ہم تو
سچی اور کھری کھری بات کہتے ہیں۔ سچی بات سنانے والے کو سب بُرا بھلا کہتے ہیں ؎

سچی بات کبیرا کہیں
سب کے من سے اُتر رہے ہیں

جس دل کمل کا مالک جو ذات پُرش ہے۔ وہ ہزاروں صورتوں
والا ہے۔ پنتھائی پہلے اُس سے ملتا ہے۔ پھر ترگنی میں آکر تین خصوصیتوں
سے اپنے اندر تعلق پیدا کرتا ہے۔ تین خصوصیتیں۔ ایشور پرکرتی
اور جیو ہیں۔ جو برہمانڈ میں سب جگہ بھرے ہوئے ہیں۔ اسی
برہمانڈ کا نام ترلوکی ہے۔ جس میں ہمارا پنڈ بھی ہے۔ جب اس کے
سے اونچے چڑھے۔ تو پھر کال اور مایا یعنی اصلی پُرش اور پرکرتی کا بھید ملا۔ یہ مجموعہ کپنا کا
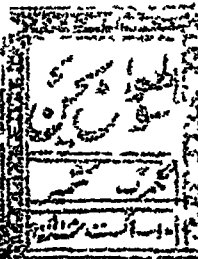
استھان ہے۔ یہاں تک دویت۔ اور اثنیت یعنی دو کا دایرہ ہے۔ جب ابھیاسی اس کے حد سے باہر ہوگا۔ تب وہ اصلی وحدانیت۔ وحدت اور توحید خواہ ایکتو بھاو اور ادویت کا علم حاصل کرے گا۔ اس کو سنت مت خواہ رادھا سوامی مت میں ست لوک اور ستیہ دھام کہتے ہیں۔ یہ مقام بقا ہے۔ یہاں تک کا کچھ کچھ انبھو ابھیاسی کو ہوتا ہے۔ اور وہ اُسے ساکشاتکار کرتا ہے۔ آگے کے جو پد بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اگم اور الکھ اور رادھا سوامی ہیں جہاں من اور بانی تھک جاتے ہیں +

سنتران بچن
گلمرگ کشمیر
۱۱۔ اگست ۱۹۱۸ء

اب کچھ آدرش کے متعلق سنو۔ جو شخص وراٹ پُرش کا اِشٹ دل میں قایم کرے گا۔ وہ کثرت پسند ہوگا۔ کیونکہ کثرت کا اہتمام اُس کی ذات سے ہے۔ وہ ہزاروں صورتوں والا ہے۔ کوئی اُس کے کس کس رُوپ کا تصور کریگا! ایسے تصور کرنے والے کا من فطرتاً چنچل ہوگا۔ یہ قدرتی اصُول ہے۔ ہم کیوں چنچل ہیں؟ کیونکہ ہمارے من کو کئی اِندریوں کے کاروبار اور خارجی کثرت کے عالم سے ہم کو سروکار ہے۔ جو ہم دیکھتے۔ کرتے۔ سُنتے۔ کھاتے پیتے ہیں۔ سب کا مجموعی نقش ہمارے اندر جاگزین ہوجاتا ہے۔ اور وقت وقت پر یہی اثرات باری باری ہم پر چھاتے اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہم کو ایک حالت میں قایم نہیں ہونے دیتے۔ اور چنچلتا من کی دُور ہونے پر نہیں آتی۔ اور چنچل من کو یکسو اور یک رُخ کرنا اور ایک طرف لگانا دشوار ہوتا ہے +

جو شخص برہم کا اِشٹ دھارن کریگا۔ وہ تثلیث پسند ہوگا۔ کیونکہ برہم میں ترگُن ورایت ہیں سائنس نے پایا ہے۔ اُسی میں جیو ہیں۔ اور وہ بھی ہے۔ وہی اُس میں ترمورتی ہے۔ کہیں کہیں پُرانوں نے ترمورتی کی نہایت موثر تصویر دکھائی ہے۔ رُودر کی مورت میں تین شکلیں دکھا کر یہ پُران اُس کا اچھا خاکہ کھینچتے ہیں۔ جو تین سے کام رکھیگا۔ اُس کا من کبھی اُوپر جائیگا کبھی نیچے۔ اور کبھی درمیان میں رہیگا۔ مایہ کی دُنیا سے ایسے ابھیاسی کو اُونچے چڑھنا۔ اور اُن پر ہمیشہ کے لئے غالب ہونا کٹھن ہوگا +

جو شخص پر برہم کا تصور کریگا اُس میں پُرش اور پرکرتی - کال سروپ یا - نور او سایہ اصل اور نقل دونوں کا اثر ہوگا - اُس سے وہ بچ کیسے سکتا ہے - یہ بالکل سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کی بات ہے - معمولی ذہانت کا آدمی بھی اِسے جان سکتا ہے ؛

الغرض یہ جو تین پد بتائے گئے - وہ بھرمانے والے - بھرم میں ڈالنے والے - اور بھرم کا جنجال بنانے والے ہیں - اِس لئے بتدریج قاعدہ کے ساتھ ان سے کام لے کر چوتھے پد کی طرف توجہ کرنے اور اسی سے رشتہ تعلق جوڑنے کی سخت ضرورت ہے - تاکہ کسی طرح بھرم میں نہ ڈگا دے - کیونکہ اسی چوتھے پد میں وحدانیت اور یکسانیت ہے - اِسی کا نام ست پد ہے - ابھیاس کے شروع ہوتے ہوئے توحید کا سمجھنا - واحد بننا - اور وحدت سے ہمکنار اور ہم دوش ہونا غیر ممکن ہے - سُرت شبد یوگ کے ابھیاسی کو ابھیاس کرنے سے پہلے یہ جان لینا چاہئے کہ اُس کو کیسا آدرش دھارن کرنا ہے - تب اُس کو ابھیاس کا اصلی فائدہ ہوگا - ورنہ کسی حد تک تو ہر کام کرنے والے کو من کے ٹکنے کا عارضی طور پر فائدہ اور سرور تو مل جاتا ہے - مگر اُتھان سے وہ ہمیشہ کے لئے نہیں روکا جا سکتا ؛

ریتوا بچن اُتھان
گلمرگ کشمیر
۱۱ اگست ۱۹۱۸ء

(۱) - ایک آس - وشواس ایک - من میں پریم پرتیت
بہت آس - وشواس بہو - چنچلتا کی ریت
(۲) - گورو مکھ کے تو ایک ہے - اُرو من مت کے دو
جو کوئی من مت رکھیا - چین نہ پاوے سو
(۳) - گورو مکھ میں پتی ورت پنا - من مت ہے وبھچار
پتی ورتا کو سکھ گھنا - وبھچاری دکھ چھار
(۴) - ایک ہی سادھے سب سادھے - سب سادھے سب جائے
(۵) سب کی آس نراس ہے - ایک آس ہر کہائے
(۶) - پات پات کا سینچنا - اگیانی بیوہار
سینچے مول کو - پاوے - اُتم سار

(۶) - پات پات کے سینچتے - برکش کو دیو سکھائے
مول سینچ مالی خوشی - پھولا پھلا اگھائے

(۷) - تج دے دو چپائی پنا - ایک چت گورو کی سیو
گورو سم من سے سادھو - اور نہ کوئی دیو

(۸) - ناری آئی پیو گھر - پیو کا کیا پیار
کرے سبندھی سکل - کریں آپ سنگار

(۹) - ناری آئی پیو گھر پیو سے کیا نہ نیہہ
ساس سسر گھرنا کریں - بگڑ گیا سب گیہہ

(۱۰) - ایک گورو کی بھاؤنا - کرے بھگت کا کام
جو سب کی آسا کرے - چنچل آٹھوں جام

(۱۱) - سائیں یہی ہے پرارتھنا - ایک تمہاری آس
سب ہی چھانڈ تم کو بھجوں - بنوں تمہارا داس

(۱۲) - دو مالک کا سیوکا - کیوں پاوے سکھ چین
وہ غریب بھٹکا پھرے - ادھر ادھر دن رین

صوفیوں نے بھی کہا ہے ؎

"یکے دان و بکے بین و یکے گو ے
یکے خوان و یکے جین و یکے جو ے"

ایشوری انجیل
گلبرگ کش شمبا
۱۱ - اگست ۱۹۱۸ء

یہ پرمارتھ کا سار ہے - جس کی نظر ایک پر رہتی ہے - وہ دوسروں کی جانب کم مائل ہوتا ہے - اور جب سب کو دیکھا کرتا ہے - وہ ان کے گن اور دوش کا بھاگی بھی بغیر جانے ہوا کرتا ہے - ہم میں عیب بینی اور نکتہ چینی اور حرف گیری کی عادت محض اس وجہ سے آتی ہے - کہ ہم سب کو دیکھا کرتے ہیں - پتی ورتا استری - سادھو اور سورما - سوائے اپنے پتی - گورو - اور مالک کے دوسروں سے بالکل تعلق نہیں رکھتے

اُس استری کی درشٹی میں پتی ایک ہے۔ باقی تمام فرد نپنسک (مخنث) ہیں۔ سناد بھوسے
ایک گورُو کر لیا۔ اور بس۔ رات دن اُسی کے پریم کا چراغ اپنے دل کے حجرہ میں روشن
کرتا ہے۔ سُورما ایک مالک کا ہو رہا۔ اور اُس پر اُسے پُورا وِشواس ہے۔ اور یہ تینوں
ایک ہی شخصیت کے لئے اپنا گلا کٹاتے ہیں۔ اور پرم سُکھ بھوگتے ہیں۔ کُتے کی بھگتی بھا
وجتر ہے۔ اُس کا مالک چاہے غریب اور کنگال ہو۔ مگر وہ دولتمند و طاقتور اجنبی کو
آنکھ سے نہیں دیکھتا۔ اور اُسی ایک کا ہو رہتا ہے۔ اور اُس میں بے خطائی۔ اور پاکی آجاتی
ہے۔ اُس سے زیادہ سنتوشی کون ہو سکتا ہے! اگر وہ ٹکڑا ڈال دیتا ہے۔ تو اُسی پر گزر کرتا
ہے۔ اور رات دن اُسی کے ساتھ پڑا رہتا ہے۔ اگر سیوک یا بھگت میں ایسی ٹیک نہیں
ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ کُتے سے بھی گیا گذرا ہوا۔ مگر یہ یاد رہے۔ ٹیک کے معنی یہ
نہیں ہیں۔ کہ انسان میں تعصب اور ہٹ دھرمی آجائے۔ اور وہ محض ٹیک کی وجہ سے
اوروں سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ یہ سخت کم ظرفی اور نادانی ہے۔ جگت کے بیوہار میں
دیکھو۔ ایک شخص نے ایک ستری کو یا ایک مالک کیا۔ مگر وہ اُن کا نام لے لے کر دوسروں
سے لڑائی تو نہیں کرتا۔ بلکہ مطلب تو کام سے ہے۔ سب سے پہلے ضرورت اس بات کی
ہے۔ کہ مُرشد کامل کی اچھی طرح تلاش کر لی جائے۔ اور پھر اُس سے پرمارتھ کا فائدہ اُٹھایا
جائے۔ بغیر جانے بُوجھے گورُو کرنا غلطی میں داخل ہے۔ جو ناپ تول پر چلتے ہیں۔ اُن کو آخر میں پچھتانا پڑتا ہے۔ آج کل اکثر نادان بھائی اپنے گورُو کو
تو سب گورُو کہتے ہیں۔ اور دوسرے بزرگوں کی مذمت کرتے پھرتے ہیں۔ پہلی حالت
اچھی ہے۔ دوسری بُری ہے۔ یہ کیا ضرورت ہے۔ کہ تمہارا ہی گورُو سب کا گورُو
تمہارا باپ سب کا باپ نہیں ہے۔ تو یہاں محدودیت کا خیال کیوں کیا جاتا ہے۔ گورُو ایک
ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے۔ مگر اس کے معنی یہ کبھی نہیں ہیں۔ کہ تمام دُنیا کا ایک ہی شخص گورُو ہو
نظام قدرت کے کاروبار کو دیکھو۔ ایک معلم کسی حالت میں تمام دُنیا کے آدمیوں کو کبھی
نہیں پڑھا سکتا۔ اور اگر تم کہیں دُنیا میں ایک ہی شخصیت کو اپنا کام کرتے دیکھو تو ہم کو

بتا دو ہم اپنی غلطی فوراً مان جائیں گے - یاد رہے - ہمدردی - مطابقت - صحبت اور نسبت کے قانون میں مختلف پہلو ہوا کرتے ہیں - ایک ہی شخص سے سب کو یکساں فیض نہیں پہنچ سکتا - جن کو وہم ہے وہ سخت نادان ہیں - گورو ایک کرو - اور بس - ٹیک کا مطلب اسی قدر ہے - اور اس ٹیک کی نباہ کو ساری عمر کرتے رہو ❊

سہی ٹیک ہے تا سو کی جا کو سنگور ٹیک
ٹیک نباہے ہر بیر ہے شردھ ہل انیک
جیسی لو پہلے لگی تیسی نبھے اور
اپنے دیہہ کو گنے تارے پرستش کرو ر

بسوں سجن
گلمرگ کشمیر
۱۱ - اگست ۱۹۱۸ء

مسلمان صوفیوں کی ایک روایت ہے - امیر خسرو شاعر ایک مرتبہ بوعلی شاہ قلندر کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور ان سے بیعت کرنے کا ارادہ کیا جس وقت آمنے سامنے بیٹھے - اور دونوں نے ہاتھ بڑھایا - غیب سے ایک ہاتھ نکلا - اور ان کے ہاتھوں کو جھٹکا دیا - بوعلی نے دوسرے اور تیسرے مرتبہ زور لگا کر خسرو کا ہاتھ پکڑنا چاہا - مگر دست غیب نے پھر روک دیا - آخر میں بوعلی نے کہا "خسرو! تم کو میری ذات سے فیض نہ پہنچیگا - میں مجبور ہوں - تم دہلی میں شاہ نظام الدین اولیا کے پاس چلے جاؤ" انھوں نے ایسا ہی کیا - اور ان کے مرید ہو گئے - اور مرید بھی کیسے! کہ باید و شاید!

یہ بات روحانی شائقوں کی نظر کے وسیع کرنے کے لئے کہی جاتی ہے - تا کہ کسی طرح کا وہم نہ پڑے - آج کل اکثر پنتھائیوں کے گوروں میں چیلا بنانے کا بہت خبط ہے - مرغیاں آ کر پھنستی ہیں - ان کو تعلیم دی جاتی ہے - کہ "دیکھنا اس ڈبے کو چھوڑ کر کہیں نہ جانا - اور جب قدر ہو سکے - اور اور مرغیوں کو بھی پھنسا پھنسا کر لاتے رہنا" - اس عمل میں اور چاہے کچھ ہو واسطے روحانیت کو نشو و نما نہ ہوگی - روحانیت کوئی اور شے ہے - اس طرح پھنساوے سے جماعت بیشک بڑھ جائے گی - مگر یہ دوکانداری اور دنیاداری ہے - ادھکاری سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں -

ورنہ پا سخت نقصان اُٹھاؤ گے ✤

اکیسواں بچن
گلمرگ کشمیر
۱۲ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

دیکھو - نندیا کسی کی بھی نہ کرو - نظام قدرت میں جس منفرد شخصیت کو جو کام سپرد ہوا ہے وہ اُسی کو انجام دے رہا ہے - اس کی شخصی حیثیت قابلیت - اور ذاتیت کو جیتنا تمہارے امکان سے باہر ہے - وہ اپنے فرض کو ادا کر رہا ہے - تم بھی اپنے فرض کو ادا کرو - ہاں اگر قدرت نے تم کو نندیا کرنے کا کام سپرد کیا ہے تب تو کچھ کہنا سننا ہی نہیں ہے - مگر یہ بچن ہم اُن لوگوں کے لئے کہہ رہے ہیں جن کی نسبت ہم کو خیال - قیاس - اور علم ہے - کہ وہ مذمت کرنے کے لئے مخصوص - موضوع - اور منسوب نہیں ہیں - اُن کا کام صرف حقیقت کی زیارت کرنا ہے - ایسے آدمیوں کو بھول کر بھی اپنے فرض کے دایرہ سے باہر نہ جانا چاہئے - ورنہ اُن کی رہنی رنگ جائے گی - اور دوسروں کا سنسکار خواہ مخواہ سے کر وہ کچھ کے کچھ ہو جائینگے تم اپنے آپ کو آپ ہی آپ بچا لو - اپنے جذبات کا خود ہی موازنہ اور معائنہ کرو - اگر تم کو حقیقت بر مدنگاہ ملی ہے - تو نندکوں کی بھی نندیا سے باز آؤ - کیونکہ وہ مخصوص کام کے لئے قدرت میں وضع کئے گئے ہیں - تم ایسے نہیں ہو - عام آدمیوں کی مذمت تو بُری ہی ہے - سنتوں - فقیروں اور مہاتماؤں کی نندیا اور بھی بُری ہے - کیونکہ ان کی نندیا کرنے سے تمہارا کام اُگ پالی ہو جاتا ہے - یہ کبھی نہ کہو کہ میرا گورو سچا اور دوسرا جھوٹا ہے - یہ سب مختلف رنگوں میں تھت - سب ہی گورو کی صورتیں ہیں - کوئی صورت کوئی کام کر رہی ہے - کوئی اور کام انجام دے رہی ہے - اور سب کا کام اپنی اپنی جگہ پر موزوں ہے - سدوش درشتی کیوں لیتے ہو - اُن کو اپنا کام کرنے دو - جو صورت تم کو پسند آتی ہے - تمہارے تصور - اور پریم کے لئے وہی کافی ہے - اوروں کا برا تصور کر کے تم نیت نیچے جاتے ہو - اس عادت سے باز آ جاؤ - ورنہ سخت نقصان اُٹھاؤ گے ✤

بائیسواں بچن
گلمرگ کشمیر ۱۲ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

رائے کشوری لال صاحب نے ایک قصہ سنایا :-

ایسے ایسے کسی ملک میں ایک راجہ تھا - جو بدیشی - حرفگیری اور
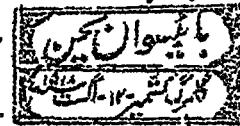
نکتہ چینی کا عادی تھا۔ وہ ہمیشہ اسی بُری عادت کی مشاقی کرتا تھا۔ مگر اپنے ظاہری برتاؤ کو اس قدر خوش نما بنا رکھتا تھا۔ کہ سب لوگ اُس کی تعریف کرتے تھے۔ اتفاق کی بات اُس کے مُلک میں کسی صاحب کمال سادھو کا گذر ہوا۔ خلقت اُس سے فیض پانے کے لئے رجوع ہوئی۔ فقیر آزاد طبع اور بے لوث تھا۔ اُس نے اُس راج کے بہت آدمی چتائے۔ اور اُس کی تعلیم سے اُن کی زندگیاں دیکھتے دیکھتے تبدیل ہو گئیں۔ راجہ کو بھی اُس کے درشن کی خواہش ہوئی۔ آیا۔ سادھو کو نمسکار کیا۔ مودب بیٹھا۔ درخلوت میں اُس سے پوچھا۔ "بھگون! میری زندگی کا انجام کیا ہو گا؟" سادھو ہنسا۔ "کہہ سُناؤں یا کر دکھاؤں؟" اس نے کہا۔ "کر دکھانا کہہ سُنانے سے بدرجہا بہتر اور موثر ثابت ہو گا۔" سادھو نے راجہ کو اپنے پاس بٹھایا۔ اور اپنا ہاتھ اُس کے سر پر پھیرا۔ چونکہ وہ کمائی والا پُرش تھا۔ اُس کے ہاتھ لگاتے ہی فقیر کی بجلی کی دھار راجہ کے دل میں سرایت کر گئی۔ اور اُسے اُسی وقت غشی آ گئی۔ غشی کی حالت میں اُس کی اندرونی آنکھ کھُل گئی۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک نہایت ہی خوشنما اور عالی شان عمارت کھڑی ہے۔ اُس کے چاروں طرف باغ ہے۔ جس میں بے شمار خوبصورت پھُول کھلے ہوئے ہیں۔ جا بجا آبشار۔ چشمے اور فوارے جاری ہیں۔ روشیں سب باقاعدہ۔ حوض بکثرت۔ چمن میں رنگ برنگ کے کمل کھلے ہوئے۔ چہچہانے والے پرند بے شمار۔ دو چار دس مالی ہاتھوں میں بیلچے لئے ہوئے درختوں کی ڈالیوں کی کانٹ چھانٹ کر رہے ہیں۔ یہ اُن کی طرف اُسی عالم رویا میں مخاطب ہُوا۔ پُوچھا۔ "یہ مکان کس کے رہنے کے لئے ہے؟" مالی نے جواب دیا۔ "یہ آپ ہی کی سکونت کے لئے مخصوص ہے۔ اور جب آپ اپنی زمینی زندگی ختم کریں گے۔ تب یہاں آ کر قیام فرمائیں گے۔" راجہ نے پھر سوال کیا۔ "باغ میں خوش نما پھُول وغیرہ تو بہت ہیں۔ لیکن یہاں کھانے پینے کا سامان نہیں ہے" مالی نے جواب دیا۔ "کھانے کی چیزیں بکثرت کوٹھی کے اندر ڈھیر لگی ہوئی ہے۔" "کیا میں اندر جا کر دیکھ سکتا ہوں؟" "ذوق شوق کے ساتھ تشریف لے چلئے۔ اور سیر کیجئے۔ آخر میں آپ ہی کو تو یہاں رہنا ہو گا"۔

راجہ مکان میں داخل ہوا۔ کمرے صاف ستھرے۔ میز اور کرسیوں سے آراستہ۔ مگر ہر جگہ اس میں موقع موقع کے ساتھ غلاظت کی ڈھیر لگی ہوئی۔ اُس سے تعفن اس قدر خارج ہو رہی تھی۔ کہ ناک میں دم آرہا تھا۔ وہ ہر کمرہ میں گیا۔ اور ہر جگہ یہی نظارہ نظر آیا۔ مالی سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے؟" وہ بولا "خداوندا! یہ آپ کے لئے غذا ہے۔ دُنیا میں آپ اسی کی کمائی کر رہے ہیں۔ عنقریب یہ آپ کو ملے گی۔ کہا گیا ہے "الدُّنیَا مزرعۃ الآخرۃ" دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو وہاں بوؤ گے اُسی کی فصل یہاں آکر کاٹنی پڑیگی آپ کا ظاہری برتاؤ سب کے ساتھ بہت اچھا ہے۔ آپ با اخلاق۔ خوش کلام۔ اور ظاہری حالت کے بنا کر رکھنے والے ہیں۔ مگر آپ کا دل گندہ ہے۔ آپ کی دلی نگاہ کسی کی بھلائی پر نہیں پڑتی۔ بلکہ ہمیشہ بُرائی پر رہتی ہے۔ اس لئے اس مکان کا باہری حصہ تو نہایت ہی اچھا ہے۔ مگر اندرونی حصوں میں غلاظت کی ڈھیر لگی ہوئی ہے۔ اور یہی آپکو یہاں آکر کھانا پڑے گا"۔

یہ سُن کر راجہ کو سخت پریشانی ہوئی۔ دل میں ڈرا۔ ہاتھ پاؤں میں لرزہ آگیا۔ اُسی حالت میں آنکھ کھل گئی۔ سادھو صاحب مسکراتے ہوئے بیٹھے تھے۔ پاؤں پر گرا۔ "بھگوان! آپ نے کر دکھایا۔ مجھے اپنی زندگی کے انجام کی خبر مل گئی۔ مگر وہ نہایت ہی دردناک ہے۔ کیا اس سے کسی طرح نجات مل سکتی ہے؟" سادھو نے کہا "ہاں۔ یہاں ہر مرض کی دوا اور ہر درد کا علاج ہے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ مریض کہنے پر عمل کرے۔ اور طبیب کی صلاح اور مشورہ کی حقارت نہ کرے"۔ "مہاراج! آپ جو فرماویں گے۔ میں لفظ بہ لفظ اُس کی تعمیل کروں گا"۔ "بہت اچھا! تو اپنے پروہت کی کنواری لڑکی کو زبردستی لا کر محل میں رکھ۔ اُس کی عزت اور حرمت کے ساتھ پرورش کر۔ اور اس مصیبت کا بہت حصہ کٹ جائیگا"۔

راجہ نے ایسا ہی کیا۔ تمام شہر میں غل مچ گیا۔ کہ راجہ بڑا پاپی ہے۔ اور اُس نے اپنے پروہت تک کی معصوم لڑکی کو محل میں ڈال لیا ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اس کی خوب بدنامی اور مذمت ہوئی۔ راجہ نے سب کچھ برداشت کر لی۔ شکایت

کی زبان تک نہیں کھولی۔ ایک دو دن بعد وہ پھر سادھو صاحب کے پاس آیا۔ سادھو نے پھر سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر بیہوشی اور غشی آئی۔ وہی باغ۔ وہی عالی شان مکان۔ اور وہی مالی نظر پڑا۔ اُس مالی کو ساتھ لے کر وہ اندر آیا۔ آج مکان صرف ستھرا اور ہر طرح پر آراستہ تھا۔ میز اور طاقچوں پر پھولوں کے گلدستے بھی چنے ہوئے رکھے تھے۔ پوچھا "اس تبدیلی کا کیا راز ہے" جواب دیا گیا "سادھو صاحب کی مہربانی سے تمہاری غلاظت کے کھانے والے وارث بہ کثرت ہو گئے۔ جنہوں نے تمہاری بدنامی کی ہے۔ وہ نادانستہ تمہارے پاپ کے حصہ دار ہو ہو کر اپنا اپنا حصہ اُٹھا لے گئے۔ اور مکان پاک صاف ہو گیا جو شخص جس کی بُرائی کرتا ہے۔ وہ اُس کے پاپ کا شریک ہو جاتا ہے"۔

راجہ دل میں خوش ہوا۔ اُس عمارت کے اندرونی حصہ میں کچھ غلاظت ابھی تک موجود تھی۔ پوچھا "یہ کیا ہے؟ ابھی تک تو کچھ غلاظت باقی ہے۔ جس سے سڑاند کی بو آ رہی ہے"۔ مالی نے کہا "اس سوال کا جواب سادھو صاحب سے پوچھنا"۔

آنکھ کھل گئی۔ ہوش آ گیا۔ راجہ سادھو کے پاؤں پر پڑا "دین دیال! دل کی عمارت کا اندرونی حصہ تو قریب قریب سب آپ کی مہربانی سے پاک صاف ہو گیا۔ لیکن کچھ کسر باقی ہے اُس کے بھی دُور کرنے کی تدبیر بتایئے"۔ سادھو نے کہا "یہ وہ غلاظت ہے۔ جس کو تو نے سادھوؤں کی نندیا کرنے سے اکٹھا کی ہے۔ اگر سادھو کسی طرح تیری نندیا کریں تب وہ دُور ہو سکتی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں ہے۔ تو اپنے راج کے ایک دو سادھوؤں کو چھیڑ دیکھ۔ اگر وہ تیرے غیبت گو ہو گئے۔ تو بہ آسانی کام بن جائے گا۔ اس کے سوا اس کا اور علاج نہیں ہے"۔

راجہ رخصت ہو کر محل میں آیا۔ سادھوؤں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی مگر یہ سب دم بخود تھے۔ نہ مُنہ سے بُرا کہتے تھے نہ بھلا کہتے تھے۔ راجہ نے ہزار ہزار تدبیر کی۔ مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ ایک مرتبہ وہ اِن سادھوؤں سے ملنے آیا۔ وہ اُسے دیکھتے ہی کہہ اُٹھے "راجن! سنو عام آدمیوں کی بدگوئی اور عیب بینی سے تُم نے جو پاپ کیے تھے اُنہیں تو وہی تمہارے بدگو اُٹھا لیں گے مگر سادھوؤں

(۱۰) برہما نے یہ جگ رچا - امرت زہر ملائے
امرت دیو کا کھاج ہے - اسُر زہر نت کھائے

(۱۱) نندک تو ہنسک بھیا - ہنسا کرے اُپاؤ
جیبھیا کے تلوار سے - سدا کلیجے گھاؤ

(۱۲) جو تو گورو کا سیوکا - نندیا دوش بچاؤ
جو کوئی پر نندیا کرے - پڑے نہ پورا داؤ

(۱۳) گن گراہی کوئی سنت جن - اوگن گراہی اسادھ
دوش پرایا نا لکھے - تا کا منا اگادھ

(۱۴) نیچ نندیا سن ہر کہئے - کر نندک سنمان
بن صابن پانی بنا - شدھ کرے من آن

(۱۵) نندک سانچا میت ہے - جیوے آد جُگاد
نندیا سن ہم نے تجا - من کا وشم وکھاد

(۱۶) نیچ نندیا ہے جو ڈرے - سو نہیں سانچا بھگت
سُن سُن نندیا آپنی - تجے دوش کا جگت

(۱۷) گورو ٹیک دیڑھ کیجئے - سن نندیا کے بین
جو کوئی نیچ نندیا سہے - من پاوے سکھ چین

(۱۸) نندک تو نندیا کرے - ہم نندک کا پیار
نندک نندیا آپنی - تیاگا مول وکار

(۱۹) گورو مت گورو کا داس ہے - نندک من مت سیوے
نندک کے پرساد سے - درمتی کُمتی سب کھووے

(۲۰) گورو سے نت یہ مانگوں - اوگن تجوں بناسے
گن دشٹی پرگن دشٹ آہوں - رادھا سوامی گن نت گاسے

ذاتی تجربہ
کارڈ نمبر
۱۲ اگست ۱۹۱[illegible]

بہت سی ایسی باتیں ہیں - جو کہی جا سکتی ہیں - اور بہت سی ایسی ہیں جو کہنے میں نہیں آسکتیں - اگر میں اُن کو کھول کھول کر کہوں تو کسی کو یقین نہ آئے گا - وہ نہ صرف غیر معمولی ہیں - بلکہ اکثر آدمیوں کے تجربہ میں نہیں آئی ہیں - میں چاہتا ہوں - کہ جو کچھ میں نے انجو کیا ہے - خواہ جن باتوں کا مجھے ذاتی تجربہ ہوا ہے - اُنھیں تمام ابھیاسیوں کی واقفیت کے لئے کہہ دوں - مگر پھر رُک جاتا ہوں - دُنیا مجھے ناداں اور باولا سمجھے گی - تاہم کچھ نہ کچھ تو کہنا ضروری ہے - پہلی بات یہ ہے - کہ جس پرانایام منتر کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے - وہ صرف سفلی مقامات سے متعلق ہے - رادھا سوامی مت ان کو چھوڑ دیتا ہے - اور مقام بالا کا ابھیاس بتاتا ہے - پرانایام کے گایتری منتر کا تعلق بالکل ہی نیچے کے استھانوں کا ہے اُس کی صورت یوں ہے :-

۱	اوم بھُوہ -	گدا چکر	گنیش کا مقام	پرتھوی کا مستقول منڈل
۲	اوم بھُوو -	اندری چکر	برہما کا مقام	جل کا مستقول منڈل
۳	اوم سُوہ -	نابھی چکر	وشنو کا مقام	اگنی کا مستقول منڈل
۴	اوم مہہ -	ہردے چکر	شیو کا مقام	وایو کا مستقول منڈل
۵	اوم جنہ -	کنٹھ چکر	شکتی کا مقام	آکاش کا مستقول منڈل
۶	اوم تپہ -	تل چکر یا نقطہ سویدا	پنڈی آتما کا مقام	پنڈی من کا مستقول منڈل
۷	اوم ستیم -	وراٹ چکر	وراٹ کا مقام	پنڈی آتما کا مستقول منڈل

جو لوگ روزانہ ویدک سندھیا کرتے ہیں - وہ صرف اپنے شریر ہی کو چکر لگاتے ہیں - ان کے بیوپار اور رسمی کاروبار کو دیکھو - وہ کہتے کیا ہیں " اوم شر دترہ شر دترہ " " اوم [illegible] وغیرہ وغیرہ - اس عبادت کا تعلق صرف اسی جسم کے حدبست تک ہے - ابھی تک ان کو برہمانڈ کی خبر ہے - اور نہ اُس کے پرے کی حد کا علم ہے ۔

سنتوں نے اس طریق عبادت کو متروک قرار دیا - کیونکہ اس سے روحانیت کی پیچیدگی

اول تو ہوتی ہی نہیں۔ اور اگر ہوتی بھی ہے تو نہایت ہی کم ✤

یہ سچ ہے۔ ہم نے اِنھیں مقامات کی مشابہت سنتوں کے اُونچے درجوں سے کی ہے۔ اس کا سبب یہہ نہیں ہے۔ کہ پرآنایام منتر کے مقامات اور رادھا سوامی مت کے اُونچے استھان ایک ہی ہیں۔ بلکہ بغیر ان کے سمجھائے اور بتائے ہوئے کسی کو ہماری بات کا یقین نہ آتا ✤

اس کے سوا یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ سات چکر جو ہم نے دِکھائے ہیں وہ در اصل برہمانڈ کے سات چکروں کی اس جسم میں نقلیں ہیں۔ اصل اور نقل باہم مشابہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم کو نشاط باغ کے سیر کے وقت پہاڑ کے سایہ دیکھنے سے انومان ہوا تھا۔ اسی نقل اور اصل کے خیال سے کہا گیا ہے۔ کہ جو پنڈ ہے وہی برہمانڈ ہے۔ مگر اصل اصل ہے۔ اور نقل نقل ہے۔ پنڈ برہمانڈ کی نقل ہے۔ اور یہ برہمانڈ بھی خود اپنی باری پر کسی اور اصل کی نقل ہے۔ وہ بھی سچا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود کال چکر کے دائرہ میں ہے۔ نقل کے خیال کرنے سے اصل کے انومان کا تو ہونا ممکن ہے۔ مگر چڑھائی مشکل ہے۔ یہ ابھیاسی کو ذہن نشین کر رکھنا چاہیئے ✤

اب ہم اُسی طرح برہمانڈ کے چکروں کا اُسی طرح ذیل میں نقشہ دکھاتے ہیں۔ تا کہ برہمانڈ کی حیثیت کا کسی قدر علم ہو جائے ✤

۱	سہس دل کنول	وراٹ چکر	وراٹ کے ستھان } تجن برہم	پرتھوی کا سوکشم منڈل	گندھ کا مقام
۲-۳	ترکٹی یا سنکھنی	برہم چکر	بر برہم کے ستھان	جل، وایو، اگنی یا مجموعی سوکشم منڈل	رس سپرش اور روپ کا مقام
۴-۵	شنّ و مہاشن	رانگ پنڈ	بیج برہم کا ستھان	آکاش یا برہمانڈی من یا برہم کا مجموعی منڈل	شبد سُرت کا مقام
۶	بھنور گپھا	پر برہم چکر	پر برہم یا شدھ برہم کا استھان	اصلی برہم کا منڈل	برہمانڈی تتّا کا مقام
۷	ست لوک	ست دھام	ست پد	کرم کا منڈل	ست کا مقام

لفظوں سے پڑھنے سے سار کا سمجھنا محال ہوتا ہے۔ اِسی وجہ سے یہ اندرونی علم ہمیشہ کامل۔ دل۔ اور بُدھ سے سنت دستگورو کے ست سنگ کے تابع کیا گیا ہے۔ تا کہ ابھیاسی

کو بھرم میں مبتلا ہوئے کتابوں کی تحریر سے بھرم کا مٹ جانا - گھٹنا معمولی بات ہے ÷
یہاں ہر شے نقل ہے - اور نقل کو اصل سے جدا کرنے - کتنا نادر اور کٹھن ہے - مگر سب
نقل میں پڑے ہوئے ہیں - کیا تم نہیں دیکھتے - آدمی زندہ انسان کی کم عزت کرتے ہیں
فرضی کی تصویر گھروں میں رکھتے ہیں - اور فقیر اور ساد ھوں کی پوجا کرتے ہیں - اصلی
پھول چاہے کوئی نہ سونگھے - مگر کاغذی پھولوں سے در و دیوار سجائے جاتے ہیں - دل کی
کتاب کون پڑھتا ہے - کاغذ - حروف اور سطروں کی کتابوں پر سب جان دیتے ہیں
جسم میں جہاں سے آواز پیدا ہوتی ہے اُسے کون سننے لگا - ستار - بانسری - سارنگی وغیرہ
کے نقلی آواز کا ہر ایک شخص شیدائی ہے - پس جو لوگ ابھی تک نقل کے بھرم میں پڑے
ہوئے ہیں - اُن کو کوئی اصل بات سمجھائے بھی تو کیسے سمجھ جائے - وہ کب ماننے لگے - ہاں
کوئی کوئی تھا جو ادھکاری بن جاتا ہے - اور وہ سنت ست کا ادھکاری سمجھا جاتا ہے ÷

انجمن پھیلواں
گلمرگ کشمیر
۱۲ اگست ۱۹۱۹ء

دوسری بات جو ہم بہ خوشی ذہن نشین کرانا چاہتے - وہ آتما کی بابت
ہے - مگر یہ مضمون اس قدر ناقابل بیان اور مشکل ہے - کہ بہت کم
آدمی اُسے سمجھ سکتے ہیں - یہاں تک کہ فلاسفر اور عقلا تک حیران
ہیں - یہ کیا ہے ؟ کوئی شخص صاف صاف نہیں کہہ سکتا - اور کہے
بھی کس طرح - جو شے من بانی کے پرے ہو - جس سے من بانی پیدا
ہوئے ہوں - جس کے آدھار پر من بانی رہتے ہوں - اُس کا اظہار کرنا آسان تو نہیں ہے
تا وقتیکہ من بہت لطیف نہ ہو جائے - اُس میں اس آتما کی جھلک تک نہیں پڑتی - اور
جب تک نہ پڑے پر بھی وہ گونگو کا مضمون بنا رہتا ہے - کوئی بات صاف اور واضح نہیں
ہوتی ÷
صوفی اس کو امر ربی کہتے ہیں - ویدانتی اس کو پرم تتو مانتے ہیں - سانکھیہ والے
اسی کو پرمش کہتے ہیں - مگر یہ الفاظ سب کے سب ایسے مبہم ہیں - کہ ان میں سے کسی ایک
سے بھی یہ پتہ نہیں چلتا - کہ یہ کیا شے ہے - مشکل یہ ہے - کہ اُس پر شے ہونے کا اطلاق
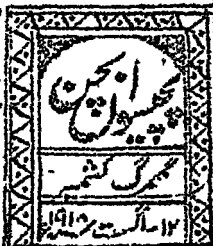
بھی تو نہیں ہوتا۔ اگر وہ امر ربی ہے۔ تو اُس کی شکل کیا ہے؟ اگر وہ پرم تتو ہے۔ تو
اُس کا ظہور کیسے ہوتا ہے۔ اور اگر وہ پُرش ہے۔ تو اُس کی نسبت یہ بھی کہا گیا ہے۔
کہ وہ کرتا دھرتا۔ فاعل اور مفعول کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر وہ پُرش کیا ہوا؟ اور کسی سے
اُسے کیسے جانا جاتا۔ نیایک اُسے آتما یعنی حرکت اور سوچنے والا (لغوی معنی۔ سنسکرت ات یہ
حرکت اور من یہ سوچنے والا) مان کر اُس میں اچھیا۔ گیان۔ سُکھ۔ دُکھ۔ پریتن۔ راگ
دویش بتاتا ہے۔ لیکن جب ان سب اوصاف پر باریک بینی سے غور کیا جاتا ہے تو
یہ تمام الفاظ اُس معمہ کو اِس قدر پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ کہ گتھی سلجھنے میں نہیں آتی۔ سب
نے کوشش کی۔ اور سخت کوشش کی۔ مگر اُس تک اگر کسی نے کسی حد تک کچھ رسائی
کی ہے۔ تو وہ صرف ویدانت کہا جا سکتا ہے۔ بودھوں میں سے اکثروں نے اُسے
شونیہ مان لیا ہے۔ ویدانت کہتا ہے "وہ ست ہے۔ اور ست ہونے سے وہ چیتن
(حقیقی ہے) اور آنند رُوپ ہے" لیکن کیا وہ ایک ہے یا انیک ہے؟ ویدانت اُسے
ایک کہتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ لیکن معمولی نظر والوں کی نگاہ میں وہ انیک نظر آتا ہے
اور ویدانت کے معتقد کچھ جوں کا توں نہ سمجھ کر لوگ پھر بھی بھلاوے میں پڑ جاتے ہیں۔
اور کوئی بات صاف نہیں ہوتی۔ اور سانکھیہ کے وچار سے آگے کسی کو بڑھنے کی ہمت
نہیں ہوتی۔ اور سانکھیہ بھی اُسے سوبھاؤ سے آزاد۔ مطلق۔ اور سوتنتر بتاتا ہوا قطعی
طور پر فیصلہ نہیں کر دیتا۔ کہ وہ کیا ہے۔ جب آتما سانکھیہ کے اصول کے بموجب انیک
اور بے شمار ہوگا۔ تو یہ صفت ناقص۔ محدود۔ اور غیر مکمل ہوگا۔ اور جب تک ویدانت
اگر اس کا مددگار نہ ہوگا۔ تب تک اصلیت کی طرف نگاہ کا رخ جانے سے کتراتا اور پرہیز
کرتا ہے۔ سنتوں نے ویدانت کے ایکتو بھاؤ اور وحدانیت پر غور کر کے فرمایا کہ اگر
وہ ایک ہے۔ تو ایک شبد کا استعمال جب ہوگا دو کی نسبت سے ہوگا۔ جب تک دو نہ
ہونگے۔ تب تک کوئی کسی شے کو ایک کیسے کہہ سکیگا۔ اس لئے یہاں بھی بھرم کی گنجائش
باقی رہی۔ یہ سچ ہے۔ کہ ایسا ویدانت کی منزل مقصود نہیں ہے وہ صرف سمجھانے

سمجھانے کے لئے یہ لفظ استعمال کرتا ہے۔ مگر معمولی ذہانت کے آدمی اسی ایک میں اٹک جاتے ہیں۔ اور آگے نہیں بڑھتے +

پرم سنت کبیر صاحب کی بانی ہے :-

ایک کہوں تو ہے نہیں دُوجا کہوں تو گار

جیسا ہے تیسا رہے۔ کہیں کبیر بچار

اسی گتھی کے سُلجھانے کے لئے ویدانت مت کی بے شمار شقیں ہو گئیں ادویاس وادوبیت وادوشدھ ادویت واد وغیرہ کا سلسلہ چل پڑا۔ اور سب لفظوں کے اڈنبر میں پھنس کر رہ گئے +

سنتوں نے اس ویدانت کے اصول کی کچھ اور تشریح کی۔ انہوں نے سوچا۔ واچک گیانی صرف لفظوں کے گورکھ دھندے میں ہیں۔ اگر وہ سادھن میں لگ کر پہلے انتہ کرن کو شدھ کر لیتے تب ٹھیک تھا۔ کہ اپنے آچاریوں کی تعلیم کا انبھو کرتے۔ مگر سادھن چنٹنے کی جانب کسی کا خیال نہیں جاتا۔ سب باتیں بنانے والے ہو گئے۔ دلیل بازی کی سُوجھ گئی۔ مگر پیٹ کسی کے کچھ بھی نہیں پڑا۔ اور اب لفظوں کی مُراد کی وضاحت میں خلل واقع ہوا۔ ممکن ہے کہ کروڑوں میں سے کسی ایک کو گیان ہوتا ہو۔ مگر یہ نفی کے برابر ہے +

اس وجہ سے اُنہوں نے ساتھ ساتھ ابھیاس اور ویراگ (ستسنگ) کا سلسلہ جاری کیا۔ تاکہ انتہ کرن کی شدھی بھی ہوتی چلے۔ اور بتدریج اُوپر کی طرف چڑھائی کرنے سے انبھو بھی بڑھتا جائے۔ اُس وقت اس دویت کی سمجھ خود بخود آ جائے گی۔ یہ اُن کے مذہب کا جاری کردہ نقشہ ہے۔ اُنہوں نے نہ صرف ویدانت ہی کے مسایل کو سلجھا دیا۔ بلکہ یوگ وغیرہ کی کٹھنائی کو بھی نہایت آسان بنا دیا +

سنت فرماتے ہیں کہ وہ ہے۔ اُس کے ہونے میں شک نہیں ہے۔ مگر یہ ہے پنا بذاتِ خود اُسی کا جوہر ہے۔ ہے اور ہے پنا اس لئے دو ہوتے ہوئے دو طبقہ میں ظہور پذیر ہوئے ہے پنا۔ ہے کے نیچے اُسی ہے پنا میں جو ہے منعکس ہوا۔ اُس سے کال کی پیدایش ہوئی

اس طرح کلل اور آدی مایا کا نیچے کے طبقہ میں دو رُوپ ہوا۔ یہ دونوں رچنا کرنے کے ناقابل تھے۔ تب انھوں نے اُس سچ کی طرف رُخ کیا۔ اُس سے بیج رُوپ توجہ کرنے کر اُسی توجہ سے اس رچنا کا اہتمام کیا۔ اور آہستہ آہستہ برہم اور مایا کا ظہور ہوا۔ اور وہ پھر نیچے اُتر کر پُرش اور پرکرتی بنے۔ اور خلقت کا ظہور ہوتا گیا۔ جیسا کہ اُوپر کے بچنوں میں ذکر آیا ہے سنت مت کے ابھیاس کی چڑھائی کے جو منازل بتائے گئے ہیں وہ در اصل اسی رچنا ہی کی مختلف اور متعدد صُورتیں ہیں۔ دوبارہ اُن کا کہیں بیان کیا جائے گا۔

رُخ کرنے میں حرکت تھی۔ چونکہ حرکت میں چڑھاؤ۔ اُتار۔ اور ٹھہراؤ تھا۔ اس لئے اُس میں تین گُن رج۔ ست۔ تم موجود تھے۔ جنہوں نے پرکرتی استھان میں آکر اپنا ظہور کیا۔ اور وہاں سے ظاہری طور پر من اور مایا کا کاروبار جاری ہوا۔ من اصل میں مایا کے مصالحوں سے بنا ہُوا شے ہے۔ توجہ میں سچ پنے کا بیج تھا۔ اُسی سچ پنے کے بیج سے یہ تمام خلقت اور متعدد آتما بننے لگیں۔ جن کو ہم جیو کہتے ہیں۔ سنت مت کی اصطلاح میں اس لئے جو منظا اس آتمک شخصیت کے لئے موضوع ہوا ہے۔ وہ سُرت ہے۔ سُرت توجہ کو کہتے ہیں اور مایا میں سُرت کو اسی یا ذہنی بندھن یا جنم مرن ہوتا ہے۔ اور سُرت شبد کے ابھیاس کرنے سے اُس کو نجات ہوتی ہے۔

چیپٹان چمن
کا نیا شمیر
۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

سُرت کا اُتار جُوں جُوں بتدریج نیچے کی طرف ہوتا گیا۔ اُسی طرح یہ کثرت کا عالم جلوہ گر ہوتا گیا۔ یہ کیسے ہوا؟ یوں سمجھو۔ پُرش میں سے پیدا ہُوا۔ وہ ستری سے ملا۔ اُس کے دماغ سے بیج اُتر کر ستری کی یونی میں آکر ٹھہرا۔ وہاں سے باہر نکل کر اُسی کے آکار میں پرکاش ہُوا اور اُس نے اپنی باری بڑا ہی عمل کو کرتے ہوئے اپنے جنس کو بڑھایا۔ جو سب سے پہلے دماغ سے نکلی تھی وہ بیج ہی تھی۔ اور وہ بیج بُوند رُوپ تھا۔ ایک پُرش کی بُوند سے انسانی دُنیا کا ظہور ہوا۔ اسی طرح اور خلقت کی نسبت بھی سمجھو۔ پہلے ان سب کی پیدائش دسب جگت میں ہُوئی تھی۔ اور پھر ظاہری جگت میں بتدریج اُن کا اظہار ہوا۔ تمام دُنیا دراصل پُرش ہی کا

ہے۔ اُسی سے اِن سب کی اُتپتی ہوئی ہے۔ اُس کے رُوپ میں تمام تتو۔ اور چراچر جگت جیو۔ جنتو۔ انڈج۔ پنڈج۔ اُدبھج۔ استھاور سب ہی موجود ہیں۔ اگر اُس میں نہ ہوتے تو پھر پرگٹ بھی نہ ہوتے +

ستائیسواں بچن
گلمرگ کشمیر
۱۳ اگست ۱۹۱۸ء

سنت فرماتے ہیں جس طرح بتدریج قاعدہ کے ساتھ سُرتوں کا مختلف منڈلوں سے اُتار ہوا ہے۔ اسی طرح اگر یہ سُرت شبد یوگ کر کے اپنے انتر میں چڑھائی جائے تو جوں جوں یہ اُونچے استھانوں میں پہنچتی جائے گی۔ اُسی طرح اُس کو خود بخود اُن کا گیان ہوتا جائیگا۔ اور جب یہ سب مدارج طے کر کے اُس سچے رُوپ اصلی جوہر سے تعلق پیدا کر لے گی۔ من مایا پیچھے رہ جائیں گے۔ اور وہ بندھن سے مُکت ہو جائے گی۔ اور سچے کے سوا اُس کا کوئی رُوپ نہ رہیگا۔ یہ اس یوگ کا مقصد اور اصلی مطلب ہے۔ اس کے شغل سے بلا فلسفیانہ لفظوں کے گڈھے میں گرنے کے گیان بھی خود بخود پراپت ہو جائے گا۔ اور مکتی بھی مل جائے گی۔ یہ بالکل عملی طریق ہے۔ جو سادھن کرے گا اُسے آپ کسی دن انبھو ہو جائیگا۔ بغیر سادھن کے اس کا سمجھ میں آنا دشوار ہے +

اٹھائیسواں بچن
گلمرگ کشمیر
۱۴ اگست ۱۹۱۸ء

جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ "آتما نرلیپ ہے۔ اور ہم کو کسی سادھن کی ضرورت نہیں ہے" وہ سخت نادان ہیں۔ اُن کے لفظوں پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُن کی زندگی کے کاروبار اُن کی دنت کتھا کے جھٹلانے کے لئے کافی ہے۔ جب وہ سادھن کر کے کھاتے پیتے۔ وِدّیا پڑھ کر سمجھتے سمجھاتے۔ اور کرم کے دوارا ہر طرح کی حاجت حاصل کرنے کے شیدائی بنے رہتے ہیں۔ تو کیا اصلی گیان ہی کے لئے سادھن کی ضرورت نہیں ہے۔ اور سب کے لئے وہ ضروری ہے؟ آتما نرلیپ اور آزاد ضرور ہے۔ اِسے ہم جھوٹا نہیں کہتے۔ مگر کیا اس نرلیپ پنا اور آزادی کا علم وِدّیا وغیرہ کے سادھن کا محتاج نہیں تھا اس طرح سادھن سے اس قدر اظہار خیال کی کچھ لیاقت آئی ہے۔ اُسی طرح سادھن کرتے
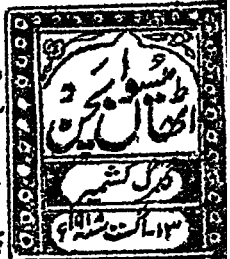
کرتے رہنے ۔ اور کر لینے سے آتم گیان کی پراپتی ہوگی ۔ اور یہ گیان انتہ کرن کی شدھی
سے آئیگا ۔ انتہ کرن کی شدھی کے بغیر اصلیت کا اس پر عکس نہ پڑے گا ۔ اب اس انتہ کرن
کی شدھی کے مضمون پر ذرا غور کرو ۔ ویسے تو سب کو معلوم ہے ۔ کہ من اس شریر کے جس جس
اندری کے گھاٹ پر بیٹھتا ہے ۔ اسی اسی گھاٹ پر اس کو اس کا گیان ہوتا ہے ۔ بغیر اندریوں
کے گھاٹ پر اترے ہوئے اسے گیان نہیں ہوتا ۔ اسی طرح جب یہ اپنے اندر ودیا
اویا کرت ۔ ہرنیہ گربھہ ۔ پربرہم ۔ ست وغیرہ کے گھاٹ پر چڑھے گا ۔ تب ہی تو اسے علم ہوگا
بغیر چڑھائی کے علم کا ہونا کیسے ممکن ہے ۔ اسے ان سب مقامات پر چڑھ کر اپنی شدھی کرنی
ہوگی ۔ نیچے کے علم کو بھلانا ۔ اور اونچے کے علم کو پراپت کرنا ہوگا ۔ اور جب وہ ست پد میں
پہنچیگا ۔ تب اونچے نیچے دونوں قسم کے علم سے بے تعلقی ہو جائے گی ۔ سُرت خالص رہ
جائے گی ۔ اور وہ ست پد سے ملکر ایک ہو رہے گی ۔ یہ گیان اور مکتی کی سنتوں کے نقطۂ خیال
سے مختصر تشریح ہے +

انیسواں بچن
کمرک کشمیر
۲۳ اگست ۱۹۱۸ء

سُرت نام ہے توجہ کا ۔ توجہ میں خیال ۔ خیال کا مقصد اور خیالی دھار
یہ تینوں چیزیں شامل رہتی ہیں ۔ جس وقت مہا کال پُرش ست پد کی
طرف رُخ کرکے رچنا کرنے کا خواہشمند ہوا ۔ یہ سُرتیں بطور بیج کے
اسے وہاں سے ملیں ۔ اور وہ جس دھار پر چڑھ کر ست لوک سے نیچے
اتریں وہ شبد کی دھار تھی ۔ یہ شبد اس جگہ سے اترتے وقت اور
روپ کا تھا ۔ اور اس سے جو آواز برآمد ہوئی وہ بھی خاص شکل کی تھی ۔ بھنور گپھا میں آکر
چونکہ کال پُرش نے سُرتوں کو نیچے گرانا چاہا ۔ وہ آواز اسی طرح کی تھی ۔ جیسی بانسری کے سوراخ
میں دم پھونکنے کے وقت برآمد ہوتی ہے ۔ پھر یہ اتر کر مہاسُن میں اتر کر دائیں بائیں جانب
گردش کرنے کی وجہ سے سارنگی کی صورت کی ہوگئی ۔ وہاں سے یہ ترکٹی میں اتر کر
سمائی ۔ یہاں برہم پُرش کے تھپتھپاہٹ کی وجہ سے "اوم" کی وضع میں برآمد ہوئی جیسے
مردنگ کی دھن ہوتی ہے ۔ اور پھر نیچے دراٹ کے زور دینے اور نیچے کی جانب پھونکنے

جانے سے شنکھ اور گھنٹے کی دھنی میں پرگٹ ہوئی۔ شبد ہی شرتین کو اتارتا ہوا نیچے لایا۔ اور شرتوں کے میل اور مقامی مالکوں کے زور لگانے کی وجہ سے شبد سے شرت اور شرت سے شبد کا ظہور ہوتا گیا۔ اور بیج اپنے جنس کو بڑھاتا ہوا نیچے چلا آیا۔ رچنا اس طرح پر ہوئی ہے۔ ویدوں کے آدینک اُپ نشد کے جس براہمن بھاگ میں پنچ اگنی ودیا کا بیان آیا ہے اُس میں کسی حد تک اس شبد کے مضمون پر اشاروں اشاروں میں روشنی ڈالی گئی ہے بیان باقاعدہ نہیں ہے۔ کیونکہ اُپ نشدوں میں جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ سب بیقاعدگی کے ساتھ ہیں۔ سائنس زمانہ میں اتنے ہی ظاہر کرنے کی حد ج اور مصلحت تھی۔ اب ستگرو رادھا سوامی نے دیا کر کے تعلیم کی باقاعدہ صورت میں ترتیب دیدی ہے۔

اس طرح شرتیں ترلوکی میں آکر پھنس گئیں۔ مایا نے تین شریر پنچ کوش اور چودہ اندریوں کے غلافوں میں اُن کو دبا دیا۔ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ رشیوں نے پنچ اگنی ودیا کا اُس زمانہ کے ادھکاریوں کے لئے بدھان کیا۔ اور بتایا۔ کہ شریر میں اگنی کو دھارن کر سکو۔ اور ایک کے بعد دوسرے کو ترک کرتے جاؤ۔ تو آخر میں تم کو چھٹکارا مل جائے گا۔ کچھ دنوں اس عمل کا اثر بہ دستور ہوتا رہا۔ پھر یہ پنچ اگنی کی باہری تشریح کر کے اُس کو رسم و رواج بھی گپت کر دیا۔ اس کا بیان بالکل اشارہ کے طور پر مُنڈک اُپ نشد میں آیا ہے۔ مُنڈ نام ہے سر کا۔ اور کپ نام ہے برتنے کا۔ سر میں برہم کی پانچ تجلیوں کا دھارن کرنا مُنڈ میں پانچ اگنیوں کے پرگٹ کرنے کا بدھان ہے۔ مگر یہ اصول اس قدر چھپا لیا گیا ہے۔ کہ اب سوا اُنچیا سبول کے اور کسی کو بھی اس کا علم نہیں رہا۔ یہ پنچ اگنیاں کیا ہیں؟ مجھ سے سُنو۔ وہ جوت نرنجن ترکٹی سُن مہا سُن اور بھنور گپھا وغیرہ کا پرکاش ہے۔ جو ابھیاسی ابھیاس کرتے وقت اُن چکروں کو دلی حرارت دے کر پرگٹ کرتا ہے۔ سنتوں نے اسی کو پانچ نام کا سمرن کہا ہے۔ پانچ تجلیوں کے ساتھ پانچ شبد بھی پرگٹ ہوتے ہیں۔ جن کا اوپر ذکر آگیا ہے۔

فیضانِ سخن
گلزارِ کشمیر
۱۳ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء

گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں:-

"پنچ شبد دُھنکار دُھن باجے شبد نشان"

ست پُرش رادھا سوامی صاحب نے فرمایا ہے:-

"پانچ نام کا سُمرن کرے"

اور پرم سنت کبیر صاحب کی بانی ہے:-

گورُو واتجے سے اُترے شبد ہوتا[1] ہوے
تاکو کال گھسیٹیے۔ روک نہ سکتے کوے

[1] لہ قالی

انتیسواں بچن
[illegible] کشمیر
۲۰ اگست ۱۹۱۸

چلی سُرت سجنی اپنے دیس — گورُو رادھا سوامی نے دیا سندیس
پنچ بابا کا بھرم استھان — لے ست سنگ میں گورُو کا گیان
یہاں دُکھ سُکھ پاپ نت — کال کرم کو دے بہت چت
جب تے بھولی اپنا دیس — سہن لگی بہو کشٹ کلیش
دھوپ چھانہہ مِل رچا پسارا — کال پُرش لگے پھانسی ڈارا
پار کھان میں پھنستی مرتی — بوجھ کرم کا سر پر دھرتی
ست پُرش نے کرپا دھاری — اب چلنے کی کر تیاری
چلی سُرت جب گھٹ میں اپنے — جگت بھاؤ لگے ہونے سپنے
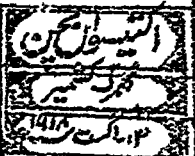
سہس کمل پہلا استھانا — جوت نرنجن - رُوپ لکھانا
اوبُھت لیلا اچرج کھیل — شیو شکتی نے کیِنا میل
پرگٹی جوت - جوت میں جوتی — اَدبُھت ہیرے - پنّا موتی
رنگ رنگ کے پھُول کھِلانے — چھونریں بھنور جھُنڈ منڈلانے
شیام کنج پھُلواری سوبھا — دیکھ دیکھ من اتی کر چھوبھا
گھنٹا سنکھ کی دُھن سُن پائی — سُن سُن تبھی سُورت مُسکائی

تاہی چھوڑ آگے کو بڑھی ترکٹی گڑھ کی سیڑھی چڑھی

اب آئی سُرت دُوسر دھام پنج شبدی سُنے دیا کلام
اوم اوم کی دُھن جہاں گاجی تال مردنگ ۔ پکھاوج باجی
لال رنگ کی پرگٹی جوت کھُل گیا وید گیان کا سوت
ترکٹی برہم کی جہاں ٹھکرائی پرتی دُھن سانس وید دھن آئی
وید شبد ہے برہم کی سانس جانے سے ہوئے بھرم کا ناس
پنچ منتر گورو نے جب دیکھا سار وید آپ ہی لکھ لیکھا
برہم سانس بیں سانس ملایا بھید ترلوکی کا سب پایا
لال رنگ سونے کی لنکا جو یہاں چڑھے مٹے گھٹ شنکا
میگھ ناد دُھن اچرج بانی سُن پائی ستگور سہدانی
کچھ دن کیا یہاں بسراما پھر آگے چلی سُرت للاما

برہم رندر کا شکھر انوپا بادل سیت رنگ بہو رُوپا
چندر جوت چھبی بمل پرکاسا سُن نگر میں عجب اُجاسا
مان سرودر کیا اسنان ہنس رُوپ بنی سُرت سُبھان
آگے ترکھ گفتور اندھیارا گورو بل لے ۔ پہنچی تیں پارا
چاہ گپت بانی پڑی کان جھوم چلی سُورت بلوان
سُن سُن دُھن لگی نگری تیاری دیکھ گیہ شدھ بھولی ساری
نہیں تہاں پُرش نہیں تہاں نار ایک رُوپ سب ہنس قطار
جو کوئی اسنے اُوپچھے آوے پُرش ناری کا چنھ مٹاوے
گیان گنگ کے دھار نہاوے ترپینی لکھ ۔ بل بل جاوے

میل چھٹے اگیان نسائے سبج چندر کی کرانتی آجائے
کچھ دن سن فنا سن تاری پھر آگے کی کری تیاری

بھنور گپھا کی کھڑکی آئی جھلمل جوت دیکھ ہرکھائی
سوہنگ سوہنگ سن مردو بانی ہرکھ ہرکھ سورت سنگنانی
کوئی کام جہتی لاجے دیکھو نہیں وہاں پنڈت نہیں وہاں سیکھ لیئے
بھاپ روپ مایا کی چھایا لکھی سرت ۔ بھو بھرم مٹایا
باجی بنسی پرم سہاون من بھاون ۔ ہیا جیا لبھاون
تہا کال کا یہ استھانا بھنور گپھا ناہی سنت بکھانا
مایا کال کا پایا بھید اب نہیں دیا پے بھو کا کھید
پائے بھید چلی سورت جھوم مستی ہرش کی مچ رہی جھوم

ست پد پہنچی سرت مستانی بین میل من سے الگانی
ست ست ۔ حق حق ۔ بین بلاسا اولبھت سوبھا ۔ عجب تماشا
کوٹن سور چندر اجیارا جوتی سوت کو برسنے پارا
سرت نرت بھئی ۔ شدھ انوپ اب نہ ستاوے بھو نٹے کوپ
ناسا سنسکار کا بیج نہیں وہاں وہمی ۔ نہیں وہاں بیچ
کرم کاٹ بھو دوند مٹائی نج سروپ لکھی بھید بجائی
اگم الکھ کے پار سدھاری رادھا سوامی چرن شرن بلہاری

جو کوئی یا پدھی کرے چڑھائی کال جال سے باہر آئی
آواگون کا ٹاٹ سمیٹے سبج نروان میں جا کر لیٹے

دھر پہ سنتن برنا شاہ پاے رنگ ہوے شاہنشاہ

تیسواں بچن

تعلیم کشمیر

۱۳۔ اگست ۱۹۱۸ء

کیا کہا جاے۔ یہ کہنے سُننے کا مضمون کہاں ہے! اسے جان کر سب کچھ بھول جانا پڑتا ہے۔ پھر اس کا بھی گیان کیسے رہتا ہے۔ گیان تو من اور بدھی کا دھرم ہے۔ من اور بدھی دونوں ہی مایا سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب رُوح اونچے چڑھ جاتی ہے۔ تو یہ دونوں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ پھر کون کا گیان اور کس کا دھیان! ہاں اگر اس پد کو خود گیان مان لیا جاے تو دوسری بات ہے۔ مگر جس گیان سے یہ سب جانا جاتا ہے۔ اور جس کے سہارے یہ سب جانا پہچانا ہے اُسے کیسے اور کس سے سمجھے! یہی سبب ہے۔ کہ کامل اور رسیدہ فقیر چپ ہو رہتے ہیں۔ وہ کہیں بھی تو کیا کہیں۔ سنتوں نے اسے اشارہ سے سمجھایا ہے ؎

گونگے کا گُڑ سمجھ لو کیسی بدھی کے پہچان
سُدھ بُدھ سبھی گئی۔ پاے پد نروان!

اکتیسواں بچن

کلرگ کشمیر

۱۴۔ اگست ۱۹۱۸ء

حسب نام بابو برجموہن سہاے بی۔ اے۔ (گورکھپور)

(۱)۔ داس کرو گورُو چرن کی تیاگ جگت کی آس
جو کوئی ایسا داس ہے کبھی نہ ہوے ترّاس

(۲)۔ گورو سمرتھ کی بندگی۔ نسدن آٹھوں یام
جو کوئی یہ سادھن کرے تاہی ملے بسرام

(۳)۔ چنتا کیجے گورُو کی چنتا اور بھلاے
اکدن ایسا ہوئیگا سنت ہی سنت بن جاے

چونتیسواں بچن
گمرک کشمیر
۱۴ اگست ۱۹۱۸ء

خط بنام شری متی رام پیاری جی۔ (گورکھپور):۔

(۱)۔ من مندر میں ڈھونڈیئے مورتی اگم اپار
مندر سب یہ کانچ ہیں بن مندر ہے سار
(۲)۔ چھبی مورت کی ادبھت نرکھ نرکھ ہرکھائے
ایسے درشن پرس سے ایک دن پورا داؤ
(۳) گھٹ میں گورو مورت بسی تو ڈھونڈے کیہی دھام
اور سکل بھرم جال ہے۔ گھٹ میں گورو کا نام
(۴) گورو تو تیرے پاس ہیں من میں دیکھ بچار
آؤ جاؤ کا سوں کہوں گھٹ میں کر گورو پیار
(۵) جو تو پیاری گورو کی انتر پریم جگاؤ
وہی ٹیک کو درڑھ کرو بنت بنت بن جاؤ
(۶) نینوں اندر جھانپ لے نینوں کر دیدار
نینوں میں تیرے گورو بسیں انتر میں کر پیار

پینتیسواں بچن
گلمرگ کشمیر
۱۴۔ اگست ۱۹۱۸ء

(۱)۔ چنتا رادھا سوامی نام کی رادھا سوامی کی آس
رادھا سوامی چھوڑیں نہیں اور نہ چھوٹے داس
(۲) رادھا سوامی نام کی رٹن لگے دن رات
مَیں پپیہا کا روپ ہوں رادھا سوامی بادل سوانت
(۳)۔ رادھا سوامی کنول سمان ہیں بھنور بھاؤ میرا چت
رین دویس اب رہت ہے۔ کمل پاس سے ہت
(۴)۔ رادھا سوامی سندھ اتھاہ ہیں میں ہوں بوند سروپ
رجیو ادھین مین ہیں۔ رادھا سوامی جگ کے بھوپ
(ماجھ)

رادھا سوامی نام

(۵) ساگر رادھا پریم کا ۔ میں تو پریم جل مین
رادھا سوامی پد کو پرس کر۔ اب کیوں رہوں بھین
(۶) رادھا سوامی پورن چندرما ۔ میرا چت کا چکور
پل پل نرکھوں ۔ اگم چھبی ۔ درشٹی اُنہیں کی اور
(۷) سووت رادھا سوامی کا سُپن ۔ جاگت رادھا سوامی گیان
رادھا سوامی کے پد کمل میں ۔ ارپوں تن من پران
(۸) میرے رادھا سوامی ایک ہیں ۔ اُن کے داس انیک
چت میں رادھا سوامی جب بسے ۔ اُپجا پرم بویک
(۹) مکھ میں رادھا سوامی نام ہے ۔ من میں رادھا سوامی دھیان
مستک رادھا سوامی دھام ہے ۔ رسنا رادھا سوامی گان
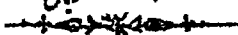
چھتیسواں بچن

خط بنام پنڈت فقیر چند جی بصرہ

سرینگر کشمیر ۱۶ اگست

کیا کہوں فاش مرد فقیر	اب نہیں دام حرص کا تو اسیر
تجھ پہ مالک نے کی کرم کی نظر	گو نہیں ابھی کی اب بھی تجھ کو خبر
کلفت جسم مٹ گئی ساری	شکل برکت بخشی پچھلی بیماری
دھوگئے داغ دل کے اب بالکل	جُز سے راغب ہوا بجانب کل
وہم کو چھوڑ دیکھ اپنی ذات	اب نہ تکلیف دینگی تجھ کو صفات
کر یقیں دل سے ہو گیا تو اور	اپنی حالت پہ عقل سے کر غور
جب دسمبر میں آئے گا لاہور	تیرے بدلے ہوئے رہینگے طور

کیا کہوں ختم کرتا ہوں کلام
السّلام اے فقیر نیک انجام

ستیسواں اُپدیش
سری نگر کشمیر
۱۶ - اگست ۱۹۱۸ء
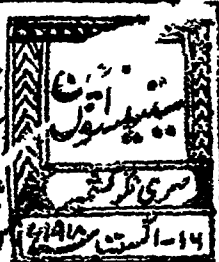
یہ خیال کہ بغیر ابھیاس کے گیان کا امکان ہو سکتا ہے - ہم کو تو کچھ غلط ہی جیسا معلوم ہوتا ہے - پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کے لئے چڑھائی کرنی پڑتی ہے - اور یہ چڑھائی مشکل بھی ہوتی ہے - پہاڑ سے نیچے میں جن جن راستوں سے اُترنا پڑا ہے چڑھتے وقت اُن کو پھر طے کرنا ہوگا - اسی طرح ہماری سُرت اُوپر سے نیچے کی طرف اُتری ہے اور یہاں مایا کے دلدل میں آکر پھنس گئی ہے - اِس سے اُس کو چھٹکارا پا کر پھر رُوحانیت کے اُونچے منزل میں پہنچنا اور پہنچانا ہے +

یہ تو سب ہی جانتے ہیں - کہ پیدا ہوتے وقت انسانی رُوح خواہ اُس کی دھار دماغ کی جانب سے اُتر کر چوٹی سے ایڑی تک آکر جسم میں سرایت کر جاتی ہے - اور پھر مرتے وقت وہی دھار ایڑی کی طرف سے کھچکر چوٹی کی جانب آہستہ آہستہ رجوع ہو جاتی ہے - سُرت شبد یوگ کے سادھن میں یہی عمل کرنا پڑتا ہے - بہ اختیار خود سُرت کی دھار کو کھینچکر اُوپر چڑھانا - اور مختلف رُوحانی اندرونی مقامات کے واقعات اور حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے - یہ عمل یکبارگی نہیں کیا جاتا - آہستہ آہستہ کیا جاتا ہے - کیونکہ آہستہ آہستہ عمل کرنے ہی کو ابھیاس کہا جاتا ہے - پرانایام میں صرف پران کو اُوپر کی طرف بالا کھینچے بوجھے چڑھاتے تھے یہاں ہر مقام کا علم رکھکر صرف سُرت کی چڑھائی کی جاتی ہے - یہاں دونوں سادھنوں کے درمیان صریحی فرق ہے +

اڑتیسواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۷ - اگست ۱۹۱۸ء
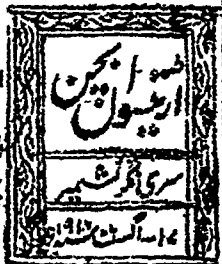
راستہ میں وہ مقامات ملیں گے - جہاں جہاں من - بدھی - اہنکار اور دوسری شکتوں کی پیدائش ہوئی ہے - اِن سے ملنے اور اُن پر عبور پانے سے خود بخود ایک قسم کی طاقت آتی جائے گی - اور وہ طاقت چونکہ لطافت کے ساتھ ہوگی - بہ آسانی چڑھائی بھی ہوتی جائے گی اور اندرونی آنکھوں کے کھلنے سے مشاہدہ - معائنہ - اور سامعہ ہوتا چلیگا - جو ابھیاس میں مددگار ہوگا - ہم کسی کو کہاں تک کھول کھول کر کہیں عقلی دلیل پاز

ابھیاس کرنے سے خود بخود موت کے منازل جیتے جی طے کر لینے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے ایک ہی دوا اندرونی مرحلے طے کئے ہیں اُن کو بھی کوئی تکلیف آخری وقت میں نہ ہوگی۔ جس کا جی چاہے مرکر دیکھ لے۔ ہاں جب تک سُرت کا کچھ حصہ سہسر دل کنول کے مقام تک نہیں ہوتا۔ اُس وقت تک ممکن ہے کہ دنیا کی محبت اور عزیز یگانوں کی فرقت اور دھن دولت کے چھوٹنے کی کُلفت کا خیال ستائے۔ مگر یہ صرف لمحوں کی حالت ہوتی ہے۔ آگے چلکر خوشی ہی خوشی ہے۔ بشرطیکہ ذرا من کا سادھن کر لیا جائے ÷

اسی سُرت شبد یوگ کے سادھن کر لینے سے جان نکلنے کی تکلیف ابھیاسی کو مطلق نہ ہوگی یہ میں تجربہ کر چکا ہوں۔ سمجھ گیا ہوں۔ اور اوروں کو سمجھانے بجھانے کے لئے تیار ہوں ÷

سوال۔ کیا ابھیاسی اور غیر ابھیاسی مرتے وقت ایک ہی مقام کو جاتے ہیں؟ اگر یہ حالت ہے تو پھر فرق کیا ہوا؟

جواب۔ فرق یہ ہے کہ قانون تو ایک ہی ہے۔ چاہے ابھیاسی ہو یا غیر ابھیاسی۔ مرتے وقت دونوں کی سُرت ایک ہی راستے کی طرف رجوع ہوگی۔ فرق صرف اس قدر ہوگا۔ کہ ابھیاسی نے جس مقام کو طے کر لیا ہے وہاں پہنچ کر اُسے موت آئے گی۔ اور وہ مرنے کے بعد اونچے مقامات کی طرف چلا جائے گا۔ اور جو ابھیاسی نہیں ہیں اُن کی سُرت ترکُٹی کے استھان تک پہنچکر پھر نیچے کی طرف رجوع ہو کر یا تو آنکھ۔ ناک۔ کان۔ منہ کے راستے سے نکلے گی۔ اور یا نیچے اندری اور گُدا کی راہ سے برآمد ہوگی۔ اور جس جس شخص نے جس جس اندری کا خیال مضبوط کر رکھا ہے۔ اُسی کی راہ سے نکلکر سُرت اُسی قسم کی یونی کو اختیار کرے گی۔ یہہ فرق ہوگا۔ جس کو موت کے نظارے دیکھنے کا موقع ملا ہو۔ وہ غور کر کے اس کی سچائی کو ذہن نشین کر لے۔ ایسے واقعات سب کے گھروں میں ہوا کرتے ہیں ÷

کسی نے اس دُنیا میں ذائقہ پسندی کی عادت کو دل دیا ہے۔ اُس کی رُوح اُوپر چڑھ کر

زبان کی راہ سے برآمد ہوگی۔ زبان کھچکر مرتے وقت باہر نکل پڑے گی۔ کسی نے نظارہ بازی
کو دل دے رکھا ہے۔ اُس کا جیوا آنکھ کی راہ سے نکلیگا۔ کسی نے عیاشی کو پسند کر رکھا
ہے۔ وہ آلہ تناسل سے باہر آئیگا۔ اور علیٰ ہذالقیاس اور جس کو جس جس مزے کی عادت
پڑ گئی ہے۔ اُسے اُسی اُسی طرح کے قالب میں آکر نئے جنم دھارن کرنے پڑیں گے۔ اِن
سب کی عادتیں بھی تو ایک قسم کے لگاتار ابھیاس سے بنی ہیں۔ اور اُن کا سنسکار جیسا
ہوا ویسا ہی تماشہ دکھائے گا۔ یہہ قانون اٹل ہے۔ ہر سمجھدار اس سچائی کو ذہن نشین
کر سکتا ہے۔ میں کسی کو کہاں تک سمجھاؤں۔ تھوڑا لکھنا بطور اشارہ کے کافی ہے +

انجمن [illegible]
سری نگر کشمیر
۱۷۔ اگست ۱۹۱۸ء

جن لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ مقامات کی چڑھائی کچھ نہیں ہوتی۔ اور
محض عقلی۔ زبانی جمع خرچ سے گیان کی باتیں سمجھ بیٹھنے سے کام بن جائیگا
اُن کو میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ جس کو اصل میں گیان
کہا جاتا ہے۔ وہ سمجھنے بوجھنے۔ پانے اور حاصل کر لینے کی چیز ہی نہیں
ہے۔ وہ تو ذات کا نام ہے۔ جو ہر وقت حاصل ہے۔ من جسم
میں پڑا ہوا ہے۔ اور من کی وجہ سے سُرت جسم میں ہے۔ اس جسم کا دفعیہ چڑھائی سے
ہوگا۔ جیسے جب آنکھوں سے کوئی شے دیکھ لی جائے۔ تو اُس کی بابت سب شکوک و شبہات
مٹ جاتے ہیں۔ ویسے ہی جب سُرت کو اونچے چڑھائی ہو جاتی ہے۔ اور اُس کے من کے پردے
پھاڑ دیئے جاتے ہیں۔ تو پھر حقیقت حال کے جاننے اور سمجھنے میں دقت نہیں رہتی۔ ابھیاس
کا اصل مقصد من کے پردے چاک کرنے کا ہے۔ من کے پردے وچار سے بھی چاک ہوتے
ہیں۔ لیکن یاد رہے۔ کہ جب سچا اور عملی وچار ہوگا اُس وقت بھی سُرت خواہ اونچے چڑھیگی
اور جب تک چت کی ورتی اوپر کی حالت سے ملکر ایک نہ ہو جائے گی۔ تب تک اُس کا کچھ پھل
نہ ہوگا۔ اصلی وچار کے وقت من کا اندر کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ آنکھیں بند ہونے لگتی
ہیں۔ ادھر سے بے خبری ہونے لگتی ہے۔ اور چت کی شکتی کہیں کی کہیں جا رہتی ہے۔ یہ
ایک ایسی صریحی اور سچی بات ہے۔ جس کا سمجھنا کچھ آسان ہے۔ دونوں ہی کا ایک سا اثر
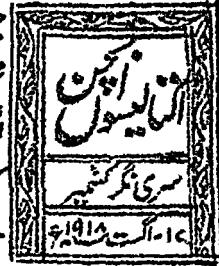
ہوتا ہے۔ مگر صرف معمولی علمی وچار سے نہ روح کا اچھی طرح سمٹاؤ ہوتا ہے اور نہ مقامات کا چڑھائی ہوتی ہے۔ ابھیاس کرنے سے اس میں سہولیت ہوتی ہے۔ اور عملی طور پر سُرت کی دھار خواہ چیت کی ورتی کو جہاں لگایا جائے گا وہ اُسی کے آکار والی اور تدروپ ہو جائے گی۔ اور اُس جگہ کا علم اس طرح خود بخود بہ آسانی ہوتا جائے گا۔ اور زندگی بھی تبدیل ہوتی چلی جائے گی۔ اور وچار مضبوطی سے ہوگا۔ ویسے ابھیاس کے بغیر وچار میں بھی خامی رہیگی سنتوں نے اسی وجہ سے ابھیاس اور ویراگ دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ تاکہ کام میں ناکامیابی کا خوف نہ رہے ✣

بائیسواں بچن
بیان کیا
سری نگر کشمیر
۱۶ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ اس جگت میں ہر شے کے لئے ایک اک جگہ مقرر ہے۔ ایسی ہمارے جسم میں ہر عضو اور ہر اندری کا خاص ستھان ہے۔ اور جب من اُس عضو یا اُس اندری پر بیٹھتا ہے۔ تب اُسے خاص خاص طرح کا علم ہوتا ہے۔ اگر من آنکھ کی جگہ آ کر نہ بیٹھے تو دیکھنا نہیں ہو جائے۔ خواہ سُرت کی دھار تو جسم کے کسی حصّہ سے کھینچ لیا جائے۔ تو پھر وہ ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اِس وقت نہ کان سُن سکیگا نہ پاؤں چل سکیں کے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اُسی طرح اس جسم میں برہمہ وغیرہ کے بھی استھان مقرر ہیں۔ اور سُرت کو وہاں پہنچکر برہما کا رہنا پڑتا ہے۔ وہاں وہ جب پہنچے تو برہمہ کار کبھی نہ ہوگی۔ اس لئے بھی اُس کا بیٹھنا اور وہاں اس کا سلے جاکر ٹِکانا ضروری ہے۔ اس لئے سُرت شبد ابھیاس کا مرد حالی حالت کے پتہ پا لینے کے لئے امر ازلی جاننا چاہیئے۔ اور کسی حالت میں بھی ابھیاس کی طرف سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ کام کا بڑا نقصان ہوگا ✣

تیئیسواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۷ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

سوال۔ سمر برہمہ محیط ہے یا غیر محیط ✣

جواب۔ محیط اور غیر محیط دونوں نسبتی الفاظ ہیں۔ پہلے ان کی وضاحت کرو۔ تب جواب دوں ✣

جواب۔ [illegible] جو شے سرب دیشی ہو وہ محیط ہے۔ [illegible]
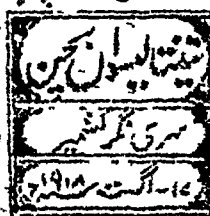
دیکھتی ہو وہ غیر محیط ہے ÷

جواب — بہت خوب۔ پھر تم یہ سمجھ لو۔ کہ یہاں ہر شے اپنے خاص منڈل میں محیط اور غیر محیط خواہ ایک دیشی اور سرب دیشی دونوں ہی ہے ÷

سوال — یہ ممکن نہیں ہے۔ اِس میں اجتماع ضدین کا نقص ہے۔ اور یہ نقص بھرم میں ڈالنے والا ہے ÷

جواب — بھرم میں تم اپنی نادانی کی وجہ سے پڑتے ہو۔ پہلے ہماری نگاہ حاصل کر لو اُسی نگاہ سے دیکھنا شروع کرو۔ تب بھرم مٹ جائیگا ÷

سوال — بہت اچھا۔ آپ فرمائیے ÷

جواب — سورج ایک دیشی اور اپنے رُوپ کے خیال سے غیر محیط ہے۔ اور کرنوں کی وجہ سے اپنے منڈل یعنی نظام شمسی میں محیط اور دیاپک ہے۔ یہ تم سمجھ سکتے ہو۔ اِس منڈل میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے۔ جہاں سورج موجود نہ ہو۔ خواہ اُس کی روشنی پہنچتی ہو۔ اِس لئے وہ ایک دیشی اور سرب دیشی دونوں ہی ثابت ہوا۔ اسی طرح وِراٹ اُدیا کرتے۔ اور بیر نہ گربھ سب ہی ایک دیشی اور سرب دیشی ہیں۔ جس شے کا ظہور ہوگا۔ اُس میں اِن دونوں حالتوں کا ہونا لازمی ہے۔ تم اپنے آپ کو دیکھو۔ تم خود ایک دیشی اور سرب دیشی ہو۔ اِس جسم میں تمہارے لئے جگہ مخصوص ہے۔ اور اپنے اثر۔ پربھاؤ۔ اور پرچار کی وجہ سے تم ہر جگہ بیٹھے ہوئے نظر آتے ہو۔ دیوتاؤں نے اور تم پر کیا مخصوص ہے۔ یہاں ہر شے کا یہی حال ہے۔ ایک شے بھی ایسی نہیں ہے۔ جو اِن اوصاف سے خالی ہو۔ اور جب یہ حال ہے تو پھر کیسے کوئی شخص مان لے کہ ایک ہی شے پر محیط اور غیر محیط ہونیکا اطلاق نہیں ہوتا۔ اِس وجہ سے تم کو چاہئے۔ کہ قانون اور اصول کا مطالعہ کرو۔ اور سچائی کو سمجھ کر اُس سے تعلق پیدا کرو۔ تب علم ہوگا۔ اُس کے بغیر علم کا حاصل ہونا بالکل غیر ممکن ہوگا۔ اِس لئے ابھیاس کی ضرورت ہے ÷

سوال — رام رام! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

جواب :- ہم تو سچی بات کہہ رہے ہیں - تم سمجھو خواہ نہ سمجھو - یہ تمہارا اور تمہاری عقل کا کام ہے - اگر سمجھ لو تو ابھیاس کی اہمیت ابھی ذہن نشین ہو جائے - اور اگر نہ سمجھو گے تو سخت دھوکا کھاؤ گے ؛

سوال - کیا تم ست نام - ست دھام اور ست لوک کو بھی ایسا ہی مانتے ہو؟

جواب - ہاں - ہم ایسا ہی مانتے ہیں - اور بغیر معقول طور پر نہیں مانتے - اور نہ کسی کو بھرم میں پھنساتے ہیں - ست بھی ایک دیشی اور سرب دیسی ہے ؛

سوال - تب تو رادھا سوامی مت کی حقیقت معلوم ہو گئی - یہ بالکل بھرم کا مت ہوا - اور جو شخص اس مت میں داخل ہو گا وہ بھرم میں پڑا رہیگا ؛

سوال الجواب - یہ کس طرح ؟

جواب - اس لئے کہ رادھا سوامی مت اصل جوہر کو محدود بتاتا ہے ؛

جواب الجواب - اصل جوہر ابھی بہت دور ہے - اُس کا تو تم کو ابھی تک پتہ بھی نہیں ملا تم نے رچنا کا نہ مضمون ہی سمجھا ہے - اور نہ اصول سے باخبری کی حالت کی سمجھ آ گئی ہے ابھی کچھ دنوں ست سنگ کرو - اور ست سنگ کے ساتھ ابھیاس میں لگو تب یہ نکتہ تمہاری سمجھ میں آوے - میں نے تو اپنے طور پر خوب ذہن نشین کرانے کی کوشش کی - مگر تم نہ سمجھو تو میں کیا کروں ؛

سوال - اس پر اور کچھ روشنی ڈالئے - تب یہ ہماری سمجھ میں آئے ؛

جواب - جو کہنا تھا وہ تو میں کہہ چکا جس طرح جیو اپنے منڈل میں سرب دیشی اور ایک دیشی ہے - اُسی طرح برہم اور پربرہم اور ست پد تک ایک دیشی اور سرب دیشی ہیں - جیسا جیو پنا ہے وہاں برہم پنا نہیں ہے - کیونکہ ایک حالت کے رہتے ہوئے دوسری حالت نہیں ہو سکتی - ابھی تک ہم نے برہم اور جیو کے واچ اور لکش تک کو بخوبی ذہن نشین نہیں کیا ہے ؛

سوال - کیا لطیف طور پر بھی برہم یا جیو پنا میں موجود نہیں ہے - لطیف کو روپ سے

تو وہ جیو میں موجود ہی ہوگا +

جواب - آکاش پہلا تو ہے - اُسی سے سب کچھ بنا ہے - لطیف تو وہ ہے - وہی لطیف رُوپ میں وایو منڈل - اگنی منڈل - اور پرتھوی منڈل میں موجود ہے - لیکن کیا تم پرتھوی کو آکاش کہتے ہو - اگر پرتھوی کو آکاش کہتے ہو تب تو جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے لیکن جب تک پرتھوی کو اُس کا اپنا رُوپ دیتے ہو - تب تک اُسے آکاش سے مختلف ہی ماننا پڑے گا +

سوال - اب تم آہستہ آہستہ خود اصلیت کی طرف آتے جا رہے ہو - یہی تو ہم کہتے ہیں کہ جیو ہے - وہی لطیف شکل میں برہم ہے - کیونکہ تتو ایک ہے - وہ دو چار نہیں ہے +

جواب - ہم اصلیت سے کبھی دُور نہیں ہیں - صرف تمہارے سمجھانے بجھانے کے لئے یہ کہہ رہے ہیں - عالم اختلافات میں ہر شے کی جداگانہ حیثیت ہے - اور جب تک اُس کی علٰیحدہ حیثیت نہ مانو گے تب تک وچار نہ چل سکے گا - ہم یہاں ہر شے کو اُسی کی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں - ہر شے کو دیکھتے ہوئے پہلے اُس کے منڈل پر نظر جماؤ - پھر اُس کے اصل کی طرف رجوع ہو - پھر دیکھو کہ نسبتی نقطہ نگاہ سے جس کو اس وقت اصل کہہ رہے ہو اس کا مخزن کیا ہے - وعلیٰ ہٰذا القیاس - اس طرح برابر وچار کرتے ہوئے چلنے سے تم کو اصلی جوہر کا پتہ ملیگا - اور تم پھر اُس اصلی جوہر سے ملنے پر سچا علم حاصل کر لو گے - جو شریت سٹ بدیوگ کے ابھیاس کا مقصد ہے - اُس کے بغیر تو وہ علم تمہارے حصہ میں نہیں آئیگا +

سوال - بس بس - بات تو وہی ہو گئی - ہم برہم ہی کو اصلی جوہر مانتے ہیں +

جواب - یہاں تمہاری غلطی ہے - کیونکہ تم آکاش کو ابھی تک جل اور پرتھوی نہیں سمجھ رہے ہو - صرف عقلی نقطہ نگاہ سے ایسا نہ رہے ہو - یہ جتنی شے اس کائنات میں تم دیکھ رہے ہو وکار والی ہیں - آکاش کی پیدایش اہنکار سے ہوئی ہے - اہنکار کا منڈل آکاش سے اونچا ہے - پس جس طرح یہ اہنکار ہے - اُسی طرح برہم کا بھی حال ہے - وہ بھی ناقص

اور وکاری ہے +

سوال - برہمہ وکاری نہیں ہو سکتا جو کچھ ہے وہی ہے +

جواب - اگر برہمہ وکاری نہ ہوتا - تو تم اُسے محیط نہ مانتے - محیط ہونا وصف اور گُن ہے - وصف اور گُن ہمیشہ وِکاری ہوتے ہیں - اور مَیں نے تم کو پہلے برہمہ کے تین روپ دِکھا کر بتا دیا ہے - کہ وہ اُنتی - استھتی - اور پرلے کے نقص سے پاک اور صاف نہیں ہے تم کو ایسے جوہر الطف کی طرف توجہ کرنی چاہئے - جو سب سے اُونچا - سب کے پرے اور سب کا اصل الاصول ہے - یہ ہمارے سمجھانے کا مقصد ہے +

سوال - مگر ہم تو اسی برہمہ کو اصل الاصول مانتے ہیں +

جواب - یہی تو تمہاری غلطی ہے - جب وہ اُتپتی - پرلے - اور استھتی کے حد بست کے اندر آ گیا - تو وہ کسی حالت میں اصل الاصول نہیں ہو سکتا - تُم پنڈ دیس کے دھنی ہو - برہمہ یا پر برہمہ برہمانڈ دیس کا دھنی ہے - یہ دونوں مقامات ایک جیسے ہیں - جو پنڈ ہے وہی زیادہ وسعت کے ساتھ برہمانڈ ہے - جو جیو ہے وہی برہمہ ہے - صرف الپگیتا اور سرو گیہ تا کا اُن کے درمیان فرق ہے - پس یہ آدرش بھی قابل پذیرائی نہیں ہے - تُم نے جس طرح پنڈ کو ناقص سمجھا ہے ویسا ہی برہمانڈ کو بھی سمجھنا پڑے گا - کیونکہ اُس میں بھی وہی نقص ہے جو پنڈ میں ہے - برہمہ کے آدرش سے داصلی نجات ممکن ہو گی - اور نہ تتو کا بھید ہی سمجھ میں آئیگا - جیسے پنڈ کو چھوڑ لیا ہے یا چھوڑنے کا ارادہ کر رہے ہو ویسے ہی برہمانڈ کو بھی چھوڑو - اور برہمانڈ کے چھوڑنے کا سادھن کرو - اس سے بھی اُونچے چلو - تب اصلیت کا علم حاصل ہو اور جب اُس اصلیت سے ہمکنار ہو جاؤ گے - تب تُم آواگون کے پھندے سے چھوٹ پاؤ گے اور سرت شبد یوگ کا سادھن اس کے لئے مُفید ہوتا ہے - صرف علمی بحث مباحثہ میں سمجھ بلکہ جو بات کہی جاتی ہے اُس کا سار گرہن کرو - مَیں نے اِسی وجہ سے برہمہ - پر برہمہ - کال مہاکال وغیرہ سب کی حیثیت - اہمیت - اور اصلیت پہلے ہی خاطر نشین کرا دی ہے - تاکہ یہ بھرم و بال جان نہ ہو +

چونسیواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۷-اگست ۱۹۱۸ء

عقل ناقص ہے۔ عقل کا راستہ پیچ در پیچ ہے۔ محض عقل سے نہ یہ معمہ حل ہوگا نہ اُس کی گتھی سُلجھے گی۔ عقل سے اور دل سے کام لیتے ہوئے سادھن میں لگو۔ سادھن سمین اپنی زندگی بنالو۔ اور تب بہ تدریج اپنے اندر مقامات رُوحانی کو طے کرتے ہوئے اصلی پد کی طرف چلو۔ جسے سنت رادھا سوامی کہتے ہیں اُس وقت تم سچے پرمارتھی ہو جاؤ گے۔ اور اصلی پرمارتھ کو پراپت کر لو گے۔
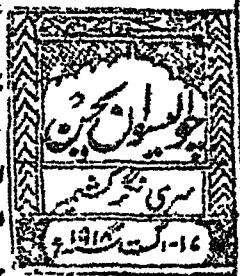
ماسٹر صاحب کشوری لال نے گلمرگ میں اِس عقل کے متعلق ایک قصہ سُنایا تھا۔ کہتے ہیں کسی دیس میں ایک اندھا فقیر تھا جس کے پاس بہت سی اشرفیاں تھیں وہ انہیں اپنی گدڑی میں سی لیتا تھا تاکہ چوروں کے دستبرد سے اُن کو محفوظ رکھے وہ روز بھیک مانگتا تھا جس طرح آج کل کے گیانی کتابوں سے بھیک لے کر اپنے من کی گدڑی میں ٹانکتے رہتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بخوش سمجھتے ہیں۔ جب اس اندھے فقیر کے پاس روپے پیسے زیادہ ہو جاتے وہ اُن کی اشرفیاں بھنا لیا کرتا۔ اور گدڑی میں سی لیتا ایک دن وہ گدڑی سی رہا تھا کسی منچلے غریب آدمی کی اُس پر نگاہ پڑ گئی۔ اُس نے سوچا میں محتاج ہوں۔ مجھے بمقابلہ اس کے دھن دولت کی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ دولت اُس کے کسی کام کی نہیں ہے۔ رکھنے کے لئے سونا اور پتھر ایک جیسا ہے۔ اس کو چکما دیکر کسی طرح یہ دولت لینی چاہئے۔ یہ سوچ کر اُس نے رفتہ رفتہ اُس کے ساتھ یارانہ بڑھایا فقیر چونکہ چوکنا اور محتاط تھا۔ اُس کی صحبت سے کتراتا تھا۔ مگر یہ اُس سے بھی ہوشیار تھا۔ خدمت کرنے لگا۔ روز کھانے پینے کی چیزیں پیش کرتا۔ اور دن کا کچھ حصہ اُس کی صحبت میں صرف کرتا۔ اب تو فقیر کو بھی اُس کے ساتھ اُنس پیدا ہو چلا۔ رفتہ رفتہ یہ اُس کے پاس آکر اُس کے لئے کھانا بھی پکاتا۔ مگر فقیر گدڑی کو کبھی اپنے جسم سے الگ نہیں کرتا تھا۔ یہ رفتہ تاک میں لگا رہتا۔ مگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ انسان کا دل بلا کا پتلا

ہے - آخر ایک بات اُس کی سمجھ میں آگئی - اُس نے کھانا پکاتے وقت اندھے کے چاروں
طرف لکڑی اکٹھا کر کے اُس میں آگ لگا دی - آگ گدڑی میں لگ گئی - گرمی معلوم ہونے
لگی - اور جلنے کے خوف سے اُس نے گدڑی کو تن سے علیحدہ کیا - مگر جدھر رُخ کرتا تھا اُسی
طرف آگ کے شعلے اُسے ستاتے تھے - گھبراہٹ کی حالت میں اُس کے ہاتھ سے جلتی ہوئی
گدڑی گر پڑی - اور وہ کسی طرح گرتے پڑتے ہوئے آگ سے تو باہر نکل بھاگا - مگر پھر گدڑی
نہ ملی - غریب آدمی نے موقع دیکھ کر گدڑی کو سنبھالا - اور اُسے لیکر نو دو گیارہ ہو گیا - فقیر
کی جو حالت تھی وہ ناگفتہ بہ تھی - مگر بیچارہ کیا کرتا! قہر درویش برجان درویش! جان بچا لیکیا
مگر روتا پیٹتا تھا "ہائے لٹ گیا - میرا دھن دولت سب ہی کھو گیا" اِس نے جلی ہوئی گدڑی
سے تمام اشرفیاں نکال لیں - اور اپنے افلاس کے مرض کی دوا پا کر اُس سے نجات حاصل
کر لی - فقیر نے سمجھ لیا - کہ آگ کا لگانے والا وہی اُس کا شاگرد تھا - وہ بجود ہو رہا - مگر اس
شخص کو جو دولت کی سوجھی - تو فاصلہ پر رہکر فقیر کے حرکات و سکنات کی خبر رکھنے لگا - ایک
دن کیا دیکھتا ہے - کہ وہ فقیر کسی اور اندھے فقیر کے یہاں گیا - یہ بھی دبے پاؤں اُس کے
ساتھ تھا - پہلے فقیر نے دوسرے سے روکر کہا "میری دولت چھن گئی - ایک آدمی نے آگ
لگا دی اور گدڑی جل گئی" دوسرے فقیر نے ہمدردی کے لہجہ میں کہا - تو سخت نادان تھا -
بھلا گدڑی میں اشرفی رکھنے کی کیا ضرورت تھی - مجھے دیکھ - میں اپنی کمائی ٹوپی میں رکھتا
ہوں - میلی کچیلی - پھٹی پرانی - کسی کو وہم تک نہیں ہو سکتا - کہ ٹوپی میں اشرفیاں رہ سکتی
ہیں - اور میں چوروں کے خوف سے آزاد ہوں" جب اُس آدمی نے یہ بات سُنی - جھٹ
پٹ اُچک کر وہ ٹوپی لے لی - اور وہاں سے چلتا بنا - پھر وہ بھی شور مچانے لگا - مگر اُس
کی کون سنتا - شکاری نے تو اپنا شکار مار لیا - یہ دونوں اُسی تردد اور مایوسی کی حالت
میں تیسرے اندھے فقیر کے یہاں گئے - اِس کو جو دھن کا چسکا پڑ گیا تھا - آہستہ آہستہ
اُن کے پیچھے ہو لیا - کہ دیکھئے اب یہ کیا کرتے ہیں" - جب وہ اپنے ساتھی کے یہاں پہنچے - اُس
سے رو رو کر اپنا حال سُنانے لگے - وہ بولا "نادانو! اب رونے کیوں ہو؟ جن کو عقل و تدبیر نہیں

سب وہ اسی طرح مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اگر تم میری پیروی کرتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ میں اپنی اشرفیاں نہ گدڑی میں ٹانکتا ہوں کہ آگ لگ جانے کا خوف ہے۔ اور نہ ٹوپی میں سیتا ہوں۔ کہ وہ اُچک کر لیجائے۔ دیکھو میرے ہاتھ میں ایک کھوکھلی چھڑی رہتی ہے۔ جو اندر سے پولی ہے۔ یہ کبھی میرے ہاتھ سے جُدا نہیں ہوتی۔ اور جو کچھ بچتا ہے میں سب کا سب اس کے اندر ڈالتا جاتا ہوں"۔ اندھا وہ لکڑی اُنھیں دکھانے لگا۔ تاکہ وہ چھو کر اُس کی بات کا یقین کریں۔ یہ تاک میں لگ رہا تھا۔ اُسے بھی لے کر بھاگ نکلا۔ اور اُن کو روتا پیٹتا چھوڑ جاتا۔ مگر چونکہ دھن کمانے کا یہ عجیب و غریب نسخہ ہاتھ آگیا تھا۔ اشرفی نکال کر وہ پھر اُس کے پاس آیا۔ کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ یہ تینوں اپنے چوتھے ساتھی کے یہاں گئے۔ جسے بڑی طرح لوٹے جانے کی خبر سُنائی۔ یہ بھی چپکے چپکے سب کچھ سُنتا رہا۔ جب یہ تینوں رو گا چکے۔ چوتھے اندھے نے کہا۔ "نادانو! تم سخت بدتمیز ہو۔ دولت کی حفاظت گدڑی۔ ٹوپی۔ اور لکڑی میں کیا ہوگی! وہ تو پھر بھی جسم سے علیحدہ ہی رہتی ہیں۔ خیر صبر کرو۔ اس وقت نہیں کسی اور وقت میں تم کو اشرفیوں کی حفاظت کی معقول تدبیر بتاؤں گا۔ تاکہ چور تم پر کسی حالت میں حملہ آور نہ ہوسکے"۔ یہ پوچھتے رہے۔ مگر اُس نے کہا۔ کہ "یہ وقت نہیں ہے۔ راز کی باتیں خلوت میں کہی جاتی ہیں۔ آہستہ لب بجنباں دیوار گوش دارد"۔ اب تم چپکے ہو رہو۔ شور نہ مچاؤ۔ ورنہ جب سب لوگ جان جائیں گے۔ کہ اندھوں کے پاس روپیہ پیسے کثرت سے رہتے ہیں تب کوئی پھیکنے نہ دیگا۔ گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط۔ میں وہ تدبیر سمجھاؤں گا کہ میری طرح تم بھی اپنی دولت کو محفوظ رکھ سکو گے"۔ یہ کہکر وہ خاموش ہو گیا۔

مگر اس آدمی کو کہاں چین! جب دیکھو۔ اسی کے آگے پیچھے! تین چار دن گذرے اُس نے اپنا راز تینوں ساتھیوں کو نہیں بتایا۔ ٹالتا ہی رہا۔ آخر جب یہ ضد کرنے لگے۔ اُس نے کہا۔ "یہاں اور کوئی تو موجود نہیں ہے جو ہماری بات سُنتا ہو"۔ اُنھوں نے یقین دلایا۔ اندھوں کو کیا خبر کہ کون پیچھے لگا ہوا ہے۔ اُس نے اپنی کمر کی طرف اشارہ

کیا۔ دیکھو! مَیں اِس لنگوٹی میں اشرفیاں رکھتا ہوں۔ نہانے وقت بھی اسے کنارہ رکھکر اس کا سرا پکڑے رہتا ہوں تاکہ کوئی چھین نہ لیجائے ٭

اس نے سُن لیا۔ اب اُس کے ساتھ رہنے لگا۔ اندھا روز روز تو نہاتا نہیں تھا۔ آخر ایک دن وہ کسی نہر کے پاس گیا۔ یہ ہاتھ میں قینچی سوئی اور لنگوٹی کی شکل کا کپڑا لئے ہوئے موجود تھا۔ جب وہ نہانے میں مصروف ہوا۔ چُپکے سے لنگوٹی کا ضروری حصہ کاٹ لیا۔ اور اپنا کپڑا اسی کر اُس سے جوڑ دیا۔ جب یہ فارغ ہوا۔ لنگوٹی کو اُٹھایا۔ دیکھا وزن کم ہے۔ سمجھ گیا۔ کہ چور تاک میں لگا ہوا تھا چکما دے گیا ٭

الغرض یہ چاروں اندھے اس طرح یکے بعد دیگرے لُوٹے گئے۔ اور کسی کی عقل کام میں نہیں آئی ٭

کہنے کا مطلب یہ ہے :۔

رہِ عقل جُز پیچ در پیچ نیست
بر عارفاں جُز خُدا ہیچ نیست

اس عقل کی چار صُورتیں ہیں۔ مَن۔ بُدھ۔ چت۔ اہنکار۔ یہ چاروں دھوکا دینے والی ہیں۔ ان پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں ان سے کام لے کر اپنا آدرش اور سراج نِمِتّا صرف اصلیت اور ذاتِ حقیقی کو بنانا چاہیئے۔ یہ ذات حقیقی اپنا آپا ہے۔ اور سُرت شبد یوگ کی کمائی کرتے ہوئے اِسی کے ساکشاتکار کی فکر میں رہنا چاہیئے۔ جب اس کا ساکشاتکار ہو جائے گا۔ تب کوئی خوف باقی نہ رہیگا۔ کال شکاری ہر وقت جیئوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور اُن کی کمائی کو ہر وقت ہڑپتا رہتا ہے۔ کون جانے وہ کس وقت ہم پر اپنا داؤں چلا بیٹھے ٭

اس لئے ست پُرش رادھا سوامی دیال نے فرمایا ہے :۔

"آپ آپ کو آپ پہچانو
کہا اور کا نیک نہ مانو"

جیوں کو چاہئے کہ سنتوں کا ست سنگ کر کے عقل اور تمیز سے پرمارتھ کے علم کو سمجھیں اور سادھن میں لگیں۔ فضول علمی اور عقلی جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ کیونکہ یہ بھی کال کے انگ ہیں۔ اور کبھی نہ کبھی دھوکا دیئے بغیر نہ رہیں گے ٭

علم اور عقل کے ظاہری کاروبار سے کسی کو بھی شانتی نصیب نہیں ہوئی اور نہ ہوتی ہے۔ آج کل کے برہم وادیوں اور برہم گیانیوں کی وضع قطع کو دیکھ کر سنبھلنے کی سخت ضرورت ہے ٭

انیسواں بچن
[illegible]
[illegible]
۱۸ اگست ۱۹۱۸ء

ایک صاحب پوٹھیا (بصرہ) سے بذریعہ تحریر سوال کرتے ہیں:۔

سوال:۔ بیماری جیوں کو کیوں ہوتی ہے؟

جواب:۔ (۱)۔ کال اور کرم کے قرضہ کے ادا کرنے کے لئے (۲) دل کے اندر سے اور جسم کے اندر سے فاسد مادہ کے خارج کرنے کرانے کے لئے (۳) کثافت کے دُور کرنے اور دل و جسم کو لطیف بنانے کے لئے۔ (۴)۔ بھولے اور بھٹکوں کو راہ پر لانے کے لئے۔ (۵)۔ تندرستی صحیح الجسمی اور صحیح القلبی اور صحیح الدماغی کی قدر کرانے کے لئے ٭

یہ معمولی جواب ہیں۔ ان کی تشریح سنو:۔

(۱) جو شخص جس راجہ کی عملداری میں رہتا ہے وہ اُس کی غلامی۔ فرمانبرداری اور اُس کے راج میں رہنے کا ٹیکس ادا کرتا ہے۔ یہ ٹیکس ادا کرنا امر لازمی ہے۔ اس سے کوئی رعیت نہیں بچ سکتا۔ یہ قدرت کا قانون ہے۔ جب جب جیو۔ من۔ بچن۔ کرم سے اس قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں اُن کو سزا دی جاتی ہے۔ کال اس جگت کا راجہ ہے۔ کال چاہتا ہے کہ کوئی جیو اُس کے حکم کے برخلاف نہ چلے۔ اُس کا حکم یہ ہے کہ دنیاوی۔ جسمانی۔ اور بیوہاری نظام میں خلل نہ پڑے۔ سب وقت کی پابندی ملحوظ خاطر رکھکر کام کریں تاکہ کسی طبقہ کے کاروبار میں خلل نہ واقع ہو۔ یہ اُس کا ٹیکس اور قرضہ ہے۔ مگر جیو اس کی عدول حکمی کرتے ہیں معتوب ہوتے ہیں۔ اور یہ عتاب بیماری کی صورت میں اپنا ظہور

کرتا ہے +

کال نام ہے وقت کا - تم صبح کو اٹھو - نہاؤ دھوؤ - کام میں لگو - رات کو سوؤ - اپنی طاقت کا بیجا استعمال نہ کرو - مگر جیو نہیں مانتے - کبھی رات کو کام کرتے ہیں - کبھی دن کو سوئے پڑے رہتے ہیں - وعلیٰ ہذالقیاس - اس لئے اُن کو بیماری کی شکل میں سزا دی جاتی ہے +

کال چاہتا ہے - کہ اپنے آل اولاد - ہمسایہ وغیرہ کی طرف خوش دلی - خوش نیتی - اور خوش اطواری کا برتاؤ ہوتا رہے - مگر نادان جیو اس اصول کو نظر انداز کرتے ہیں - اُن کا دل مسموم ہو جاتا ہے - زہر بھر جاتا ہے - اسی زہر کے نکالنے اور خارج کرنے کے لئے بیماری آتی ہے +

کال کی مرضی ہے - کہ جہاں رہو اُسے خوش نما بنا رکھو - تاکہ تمہارے دل میں کدورت نہ آنے پاوے - تم ایسا نہیں کرتے - گندگی پھیلا دیتے ہو - گندگی دلوں پر اثر انداز ہوئی ہے اور اُس کی وجہ سے بیماری کا دکھ ہوتا ہے +

جب اہل مکان ہو - تو اُس مکان کو صاف ستھرا رکھو - یہ مکان رکھنے کا ٹیکس ہے - اگر تمہارے بال بچے اور بیوی رشتہ دار ہیں - تو اُن کی محبت کا دم بھرو - اُن کی سنو - اُن کی سہو - اُن کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے چلو - یہ آل اولاد اور کنبہ قبیلہ رکھنے کا قرض ہے اور علیٰ ہذالقیاس - اگر یہ ٹیکس تم سے ادا نہیں ہوتا - تو تم پر آفت اور مصیبت آئے گی - دل ناپاک ہوگا - اور بیماری دامنگیر ہوگی +

الغرض یہ سب باتیں کال کرم کا قرضہ کہلاتی ہیں +

(۲) - دل اور جسم کے اندر سے فاسد مادّہ کے خارج کرانے کے لئے بیماری آتی ہے - فاسد مادّہ کیا ہے ؟ توہمات - وسوسات - باطل عقاید اور ہر قسم کے بیہودہ خیالات کا شمول فاسد مادّہ کہلاتا ہے - جس وقت انسان کے دل میں مذبذب خیالات بھر جاتے ہیں وہ اندر ہی اندر کشمکش اور بے چینی کی حالت پیدا کرتے ہیں - انسان خوف زدہ ہو جاتا ہے

خوف کی وجہ سے کلیجہ کانپنے لگتا ہے۔ اور وہ کمزور ہو جاتا ہے۔ کمزوری ہی پک پکا کر خون کو مواد کی شکل کی بنا دیتی ہے۔ اور بیماری آجاتی ہے۔ اب یا تو نشتر لگایا جائے یا جسم خود پریشان ہو کر اُسے اپنے اندر سے کسی نہ کسی شکل میں خارج کرے۔ یہ بیماری کے پھوٹنے کا باعث ہے ✤

جب جسم میں ایسے فاسد مادے داخل ہو جاتے ہیں تب وہ حالتیں ہوتی ہیں۔ نظام جسمانی یا تو (۱) ان کے دُور کرنے کے لئے جدوجہد کرے گا۔ یا (۲) اُن کو اپنے میں شامل کرنے یا جذب کرنے کی کوشش کریگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ جسم کے کسی حصہ میں جب کوئی غیر جنس اشیاء داخل ہو جاتی ہے۔ تو اُسے درد ہوتا ہے۔ اور وہ اُسے نکالنا چاہتا ہے۔ یا اگر وہ نہیں نکلتا۔ تو اُس میں پڑا رہتا ہے۔ گرہ پڑ جاتی ہے۔ اور پھر رطوبت کے موسم میں موافق سامان پاکر پھر کھڑی ہوتی ہے۔ آنکھ میں کرکری پڑ گئی۔ مماثلت کی جذب کرنے والی رطوبت آنکھ سے نکلنی شروع ہوئی کہ یا تو وہ کرکری بہہ کر دُور ہو جائے۔ یا آنکھ کی پیوند بنے۔ یہ عمل جس طرح قدرت کے تمام کاروبار میں نظر آتا ہے۔ وہی عمل اُس کا ہمارے جسم میں بھی ہوتا ہے۔ اسی کو بیماری کہتے ہیں ✤

مذہبی توہمات کی بھی یہی صورت ہوتی ہے ✤

(۳)۔ کثافت کا نکلنا اور جسم کا لطیف ہونا ضروری ہے۔ تم نہاتے دھوتے نہیں۔ میل کی تہ جم گئی۔ مسام کے سوراخ بند ہو گئے۔ اب اس میل کے ملاپ سے کیڑے اور اور جوں وغیرہ پیدا ہونے لگے۔ جو بطور خود اپنی باری پر جسم کو چھاننے اور کھانے لگے۔ اور جب تک وہ میل کو نہ کھالیں گے دُور ہونے پر نہ آئیں گے۔ میں نے کشمیری مسلمانوں کو دیکھا۔ اُن کی کثیر تعداد میلی رہتی ہے یہ نہاتے دھوتے نہیں۔ بے شمار آدمی کے سر میں گنج کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ اور وہ دُکھی رہتے ہیں۔ سُست نکمے۔ اور بیکام ہو جاتے ہیں اگر وہ جسم کو لطیف رکھتے۔ تو یہ حالت کیوں ہوتی! بیماری کی غرض جسم کے لطیف رکھنے کی ہے۔ اور تم جس حد تک لطیف رہو گے۔ لطیف بنتے چلو گے۔ اُسی حد تک

بیماری سے محفوظ رہو گے +

کثافت کی ایک دو نہیں ہزاروں ہی صورتیں ہیں - جو زیادہ کھاتا ہے - زیادہ کپڑے پہنتا ہے - زیادہ بولتا ہے - وہ اپنے آپ کو کمزور کرتا جا رہا ہے - دماغ کو فضول خیالات سے بھرو - زیادہ کتابیں پڑھو - غیر ضروری باتوں کو اُس میں ٹھونس ٹھونس کر بھرو - کیا اُس میں گندگی نہ آوے گی ؟ کسی مکان میں بے ضرورت بہت سے سامان بھر کر رکھ لو - اُس میں ہوا نہ لگے گی - کیڑے مکوڑے پیدا ہو جائیں گے - اور اُن کا زہریلا خواص مکان کو ناقابل سکونت بنا دے گا - یہی کیفیت دماغ اور دل کی بھی ہے - جس قدر جو شخص زیادہ خوانی سے تعلق رکھیگا - ممکن نہیں ہے - کہ اُس کے دماغ میں فتور نہ واقع ہو - غیر ضروری سامان ہی فاسد مادہ بنتا ہے - اور فاسد مادہ پیدا کرتا رہتا ہے - ایسے آدمی شانت نہیں رہ سکتے - اُن کے جسم کے کل کے پُرزے خراب ہو جائیں گے - وہ سمجھ بوجھ سے خالی رہیں گے - پرمارتھ کا سمجھنا تو مشکل کام ہوگا - وہ بیوہار کے قابل بھی نہ رہیں گے - بیماری ان خرابیوں کا قدرتی علاج ہے - اور اگر آدمی آپ سوچ سمجھ کر لطیف نہیں بنتا تو بیماری پیدا ہو کر اُس کے لطیف بنانے کا اہتمام کرے گی - یہ اُس کے پیدا ہونے کا باعث ہے +

(۴) - یہ بیماری بسا اوقات گمراہوں کو سچائی کا راستہ دکھاتی ہے - ایک آدمی ہے - جو دُنیا ہی کو سب کچھ سمجھ رہا ہے - اُس کے سنمکھ رام کا نام لو - اور وہ ناراض ہو جائے گا - کیونکہ مالک کے نام لینے سے اُسے چڑ ہو جاتی ہے - وہ سمجھتا ہے - رام کے نام لینے کی ہم کو مطلق ضرورت نہیں ہے - خوب کھاؤ پیو - چین اُڑاؤ - مگر جب بیماری آتی ہے تب مجبوراً اُس کے مُنہ سے رام کا نام آپ ہی آپ نکلنے لگتا ہے - اُس وقت اُسے رام یاد آتے ہیں - جو دُنیا پرست قومیں قومیت کی نظر سے بالکل مادہ پرست ہوتی ہیں - بداعمال کے اثرات کے جمع ہو جانے کی وجہ سے اُن کے درمیان وبا - طاعون جنگ اور قحط نمودار ہوتے ہیں - وہ تکلیف جھیلتی ہیں - اور تب جا کر پھر خود ٹھکانے پر آتی ہیں - یہ سب بیماریاں ہیں - جن کی ہزاروں صورتیں ہوتی ہیں +

اکتوبر ۱۹۱۰ء

دتیا - جب تک کوئی شخص بیمار نہیں ہوتا - تندرستی کی قدر نہیں کرتا - بیماری اُسے ذہن نشین کراتی ہے - کہ تندرستی بھی کوئی شے ہے - یہ تندرستی کئی شکلوں کی ہوتی ہے - جسمانی نظام کا ہم آہنگی کے ساتھ برتاؤ کرنا جسمانی تندرستی ہے - دلی نظام کا چنچلتا اور اشانتی کو ترک کرنا یکدلی - یکسوئی اور یکرخی کا ہونا دلی تندرستی ہے - دماغ کا صحیح و سالم حالت میں رہنا - بے چین نہ ہونا - اضطراب میں مبتلا نہ ہونا یہ دماغی تندرستی ہے - بیماری اس نظر سے برکت کی چیز ہے - اور وہ لوگ مبارک ہیں - جو اس کو برکت کی شے سمجھ کر اس سے فائدہ اُٹھاتے اور آیندہ کے لئے محتاط بن جاتے ہیں ؛

چھیاں پرچہ
مری نگر کشمیر
۲۰ اگست ۱۹۱۰ء

(۱) اچھو گورو کا داس ہے - دھیر چرنن انوراگ
جگت لوک مریاد سوں - نہیں دویش نہیں راگ

(۲) سیوک تو سیوا کرے - چنچل کی اچھا تیاگ
جو چنچل ہت سیوا کرے - داس نہ کہئے تاہ

(۳) مان بڑائی دیکھ کر - بھگتی کرے جو کوئے
سو نہیں گورو کا داس ہے - مان کا سیوک سوئے

(۴) نہیں اچھیا نہیں کامنا - ہرکھ شوک نہیں چت
بکشن ہے داس کا - تا سوں کیجے پرت

(۵) گورو سے بڑھکر داس ہے - داسا تن جو ہوئے
گورو تاریں ایک داس کو - داس جگت ہت سوئے

(۶) دین بھاو نشچل ورتی - سوارتھ کی نہیں چاہ
پر اُپکار ہیں من رہا - ایسا سیوک شاہ

(۷) تیاگ جگت کی باسنا - کیول گورو کی آس
جا میں یہ گن لکھ پڑیں - سوئی سچا داس

سیتیاں لیسواجین
مہرنی تیر
۱۷ اگست ۱۹۱۸ء
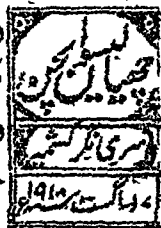
سوال جواب

سوال - چونکہ بغیر گورو کی مدد کے سُرت شبد یوگ ابھیاس کا سیکھنا غیر ممکن جیسا ہے۔ آپ کی دانست میں کس شخص کو اپنا گورو کرنا چاہیئے +

جواب - جو سنت گتی کو پراپت ہو۔ اگر یہہ نہ ملے تو سادھن کرنے والے سادھو کو +
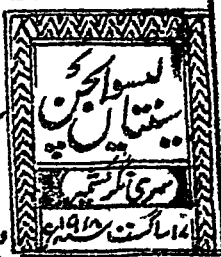
سوال - کیا سنت کی پہچان آپ کو ہے؟

جواب - سوال مشکل ہے۔ اس کا جواب ہمارے اختیار سے باہر ہے - ہم یہہ دعوےٰ نہیں کر سکتے - کہ سنت کو پہچان لیں گے - ظاہری پہچان سنت مت کی کتابوں میں درج ہے - خواہ ست بچن سار حصہ ۱-۲ میں دیکھ لو - اس سے ہم زیادہ نہیں بتا سکتے +

ارشاد البسون ابجن
مہرنی تیر
۱۸ اگست ۱۹۱۸ء

سوال - حضور مقدس نے فرمایا ہے :-

سادھ کا ترکھ آنکھ اور ماتھا
سنت کا نور رہے جس ساتھا
اس چنھ دیکھ کرے پہچان
گورو پورے کا جس کو گیان

اسی کی تشریح کر دیجئے - آنکھ اور پیشانی سے کیا مراد ہے - اور ان کے دیکھنے سے کسی شخص کے متعلق کیا علم ہو سکتا ہے +

آنکھ اور پیشانی

جواب - سنو - (۱) - چوڑی پیشانی فراخدلی کی نشانی ہے - تنگ پیشانی تنگدلی کی علامت ہے - جس کا ماتھا چوڑا نہ ہوگا - وہ متعصب - کٹر - اور تنگ ظرفی ہوگا - اس میں روحانیت کی چھریرا زور شور کے ساتھ ہو گی - اور حقیقت کا نور صرف کشادہ پیشانی میں چمکتا ہے - اس قدر ماتھے کے متعلق سمجھو +

(۲) - آنکھ سے مراد یہہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو گورو نہ کرنا چاہیئے - جو اندھا - کانا - یا اینچا تانا ہے - یا آنکھ اس کی آنکھیں پھولی پڑی ہے - یا دوسرا نقص ہو - کیونکہ عقلاً

فرمایا ہے :-

تتو میں ستور سہس میں کانا
سوا لاکھ میں اینچا تانا

مطلب یہ ہے۔ جو اندھا ہوگا اُس میں بے مروتی اور بے اُنسی ہوگی۔ مروت اور اُنس شرم اور حیا۔ اخلاق اور ادب کا تعلق زیادہ تر آنکھوں سے ہے۔ اندھے سینکڑوں آدمیوں کے مجمع میں سو کو اُن کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ کانا اُسے کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ ہو وہ اس قدر مفسد اور منتفنی ہوتا ہے۔ کہ ہزاروں کو اپنی خلقی بداخلاقی کے ساتھ منتشر اور متفرق کر دیتا ہے۔ یہ دونوں پھر بھی بہت نیچا درجہ رکھتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ کسی مرض یا حادثہ کی وجہ سے کسی کی یہ حالت ہوگئی ہو سو وہ پھر بھی قابل درگذر ہیں۔ مگر سب سے فسادی اینچا تانا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ پیدائشی طور پر اینچاپن اور ناقص پیدا ہوا ہے۔ یہ اپنی جبلی عادت سے لاکھوں آدمیوں کے درمیان تفرقہ انداز ہوگا۔ اور سب کو دم کے دم میں اشانت بنا دیگا۔ اور اُس کے ساتھیوں میں بھی اسی تفرقہ پردازی کا نقص پیدا ہوگا۔ اور وہ رُوحانیت کی ترقی نہ کر سکیں گے۔ سوا فساد مچانے اور مفسدہ پردازی کرنے کے اُن کا اور کوئی آئین نہ ہوگا۔ اینچا تانا اُسے کہتے ہیں۔ جس کی کوئی آنکھ اُوپر کی طرف چڑھی ہوگی۔ یا ایک آنکھ چھوٹی اور دوسری بڑی ہوگی۔ یہ ناقص علامت ہے۔ اور گورو کرنے سے پہلے اسے دیکھ لینا چاہئے۔ یہ اس بانی کی ظاہری تشریح ہے ؎

باطنی تشریح یہ ہے۔ کہ فقیر ماروحانی طور پر نشوونمایافتہ آدمی کی آنکھ مجلے ہوتی ہے اُس کے چیلے تک میں خاص قسم کی چمک ہوتی ہے۔ اور وہ نقص سے پاک ہوتی ہے۔ اور پیشانی کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ پس جن کو ذرا بھی رُوحانیت کا مس ہے وہ ان علامتوں کی پرکھ پڑتال کر کے چوکنے اور محتاط رہتے ہیں۔ اور جب تک کسی فقیر میں آنکھ اور پیشانی کے مس اور منجلے علامات کی پرکھ پڑتال نہیں کر لیتے تب تک اُس کی طرف رجوع نہیں ہوتے۔ یہ اچھی ہدایت ہے

انجان سوامی بچن
سری نگر کشمیر
۱۸ اگست ۱۹۱۸ء

سُرت شبد یوگ کے ابھیاس سے انسان میں وسیع نظری آتی ہے اور یہی وسیع نظری معرفت کی پہلی منزل ہے۔ تنگ نظر کسی حالت میں رُوحانیت کی دولت کا وارث نہیں ہو سکتا +

وسیع نظری کیا ہے؟ سب کو اپنا رُوپ اور اپنے کو سب کا رُوپ جاننا۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ جس کو سب کو سمجھ نہیں سکتے +

بچان سوامی بچن
سری نگر کشمیر
۱۸ اگست ۱۹۱۸ء

اگر کسی میں سنت مت کی صداقت کے متعلق شک و شبہہ کرتے دیکھو تو بُرا نہ مانو۔ جس کو شک و شبہہ نہ ہوگا۔ وہ کیوں اِدھر رجوع ہوگا۔ وہی تو سچا ادھکاری بنیگا۔ اُس میں شک کا مرض ہے۔ اور علاج جب ہوگا۔ مریض ہی کا ہوگا۔ اگر کوئی شخص رادھا سوامی مت پر لعن طعن کرتا ہے۔ تو کبھی ناراض نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ محبت اور انسانیت کے اخلاق سے اُس کے اعتراضات کو سُننا چاہیئے۔ اور موقع دینا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے دل کے خیالات کو ظاہر کر دے۔ تب تو کسی کو سمجھانے کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر اُس کی زبان بند کر دی گئی۔ تو وہ تو اُس سے محروم گیا۔ اور تم کو بھی اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ دونوں طرف سے محرومیت ہوئی۔ ایسا سلوک پسندیدہ نہیں ہے +

اکانوان سوامی بچن
سری نگر کشمیر
۱۸ اگست ۱۹۱۸ء

جو گمراہ ہوتا ہے اُسی کو راستہ کی تلاش ہوتی ہے۔ جو گمراہ نہ ہوگا وہ کیوں تلاش کرنے لگا۔ اور منزلِ مُراد تک اُس کی رسائی کیا ہوگی۔ ہدایت بھُولے بھٹکوں ہی کے لئے ہے۔ اندھے کو روشنی کی۔ بھُوکے کو روٹی کی۔ پیاسے کو پانی کی۔ اور اشانت کو شانتی کی ضرورت ہے۔ جن میں یہ نقص نہیں ہے اُن کو کوئی کیا دیگا۔ اور کیا سمجھائیگا ایمان بے ایمان کے لئے ہے۔ وحدت کی تعلیم مشرک۔ اور دویت وادی کے لئے ہے۔ جو سچائی سے ناآشنا ہے اُسی کو اُس کا آشنا بنانا ہے۔ جو غیر اور بیگانہ ہے۔ اُسی کے دل میں اپنی محبت قایم کرنی ہے۔ جب تک غیریت نہیں آتی۔ تب تک یگھتی اور انسیت کی نہیں سوجھتی

باونواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

جو بندھن یعنی قید و بند کی حالت میں نہیں ہے وہ نہیں چھوڑایا جاتا۔ آزادی۔ موکش۔ اور نجات کا حق بندھن والوں ہی کو ہے اور بندھن بطور خود گو نقص ہو۔ مگر نجات کی دولت کا ورثہ ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔ اگر کوئی فقیر ان کے اعتراضات کو سنکر ناراض ہوتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ جن کی خدمت کرنے کے لئے آیا تھا۔ انھیں کو دشمنا بنا رہا ہے۔ پس جو شخص سب سے زیادہ تمھارا مخالف ہو۔ وہی سب سے زیادہ تمھاری محبت کا مستحق بھی ہے ✤

ترپنواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ میں جانتا ہوں۔ وہ ناداں ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے۔ کہ میں نہیں جانتا۔ اُسے کم از کم اپنی بے علمی کا تو علم ہے۔ جاننے والے کو جتانا نادانی ہے۔ کیونکہ اُس میں غرور ہے۔ اور جو اپنی نادانی کا اعتراف کرتا ہے۔ وہ جتایا جا سکتا ہے کیونکہ اُس کے دل کا برتن خالی ہو چلا ہے۔ اُسی کے اندر علم اور علم عرفان کا خزانہ بھرا جا سکتا ہے ✤

چونواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

علم و عقل کی باتیں پیچیدہ ضرور ہوتی ہیں۔ مگر ان کے بغیر اصلیت کی جانب میلان کبھی نہیں ہوتا۔ اِس لیئے اِن کو برکت کی چیز سمجھو۔ پہلے یہ شک و شبہات میں ڈال دیتی ہیں۔ بعد ازاں اُن کے رفع کرنے میں مددگار ہوتی ہیں۔ یہ نہ کہو۔ کہ عالم اور عاقل کو روحانیت کا استحقاق نہیں ہے۔ اگر یہ اُس کے مستحق نہیں ہوتے تو پھر اور کون مستحق ہوگا ہاں۔ اگر تم ان کی دلیل یا حجت کا جواب نہیں دے سکتے۔ تو یہ دوسری بات ہے ✤

پچپنواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

جس کو کہنے کی عادت ہے۔ کہ میرا مطلب پورا ہوگیا۔ اُس کا مطلب کام نہیں ہوا۔ وہ یوں ہی باتیں بنا رہا ہے۔ اُس سے کہو۔ ذرا گریبان میں منہ ڈالکر سوچو تو سہی۔ کہ تم نے کیا مطلب بنایا۔ مطلب کیا ہے؟

مطلب اور مقصد تو یہ ہے۔ کہ اِن کا وہم تک دل میں باقی نہ رہے۔ جس کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ اُسے اشتہار دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور وہ اشتہار بھی دے تو کس بات کا دے۔ وہاں نہ ہستی ہے نہ نیستی ہے۔ کیا ہے؟ کون جانے کون کہے؟ کیا جانے اور کیا کہے؟

چھبیسواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۵ اگست ۱۹۱۸ء

ایک جج صاحب

میرے ملنے والوں میں سے ایک صاحب ہیں۔ جو پہلے جج تھے۔ منشی سورج نراین صاحب مہر کو سفارشی بنا کر لائے۔ درخواست کی کہ "مجھے چیلا بنائیے" میں نے کہا "میں چیلا نہیں بناتا۔ آپ فلاں بزرگ کے پاس جائیے" وہ بولے "مجھے تو آپ ہی پر یقین اور وشواس ہے" میں ہنسا۔ "اگر مجھ پر آپ کا یقین ہے۔ تو میری بات پر بھی یقین ہوگا" وہ خاموش ہو رہے۔ اور اپنا تعلق پیدا کر لیا۔ جب وہ پھر مجھ سے ملے فرمانے لگے "مجھے پرماتما کی دولت مل گئی" میں نے کہا "مبارک ہو" لیکن دل میں سوچا۔ جج صاحب کیا فرماتے ہیں میں نے تو اُن کی یہ بات بالکل ہی نہیں سمجھی +

ستائیسواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۵ اگست ۱۹۱۸ء

نام روپ

نام روپ کی جگت کال کا چکر ہے۔ جب تک نام اور رُوپ سے تعلق ہے۔ نہ کچھ ہاتھ آیا نہ ملا۔ کہنے کو جو زبان پر آوے۔ خوب گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتے سُنتے رہو۔ منع کون کرتا ہے۔ آخر ملا بھی تو کیا ملا؟ اس کا جواب کوئی کیا دے گا؟

جو کوئی اِتنے اُونچے چڑھے
رُوپ رنگ دیکھا سے تَرے

اور جب کوئی واصل بہ حق ہو گیا۔ تو پھر کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اس وقت حق اور ناحق کی تمیز ہی نہیں رہتی۔ یہاں آ کر سُننا نہ سُننا۔ بولنا نہ بولنا۔ اور دیکھنا نہ دیکھنا ہو جاتا ہے +

جاپ مرے اجپا مرے انہد بھی مر جائے
سُرت سمانی شبد میں تاہی کال نہیں کھائے

اکتوبر ۱۹۱۸ء

اٹھاونواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸۔اگست ۱۹۱۸ء

کتنی حیرانی کی بات ہے۔ میں اور کسی کی کیا کہوں۔ اس قدر لکھتا پڑھتا۔ کہتا سُنتا ہُوں۔ لیکن جب اپنے دل سے پوچھتا ہُوں۔ کہو حضرتِ دل! کہاں ہو؟ تو وہ سرنگوں ہو کر خاموش ہو جاتا ہے۔ یہاں مطلب بے مطلبی۔ غرض اور بے غرضی۔ وغیرہ سب کی عجیب صورت ہو گئی ہے ✤

انسٹھواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸۔اگست ۱۹۱۸ء

جب تک گھڑا پانی سے بھرتا رہتا ہے تب تک خوب شور مچایا کرتا ہے۔ جب بھر جاتا ہے آواز بند ہو جاتی ہے۔ آدھا بھرا ہوا گھڑا حرکت ملنے سے چھلکتا بھی رہتا ہے۔ اسی طرح بالکل دل کے ظرف کا حال ہے ✤

ساٹھواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸۔اگست ۱۹۱۸ء

دُرست کے معنی ہیں پاک ہونا۔ تصوف کے معنی ہیں صاف ہونا۔ اِن لفظوں پر غور کرو۔ تب کوئی بات ممکن ہے کہ سمجھ میں آجائے۔ پاکی اور صفائی میں جھوٹ اور سچ دونوں ہی کو دل سے نکال کر پرے پھینک دینا پڑتا ہے۔ اگر جھوٹ گیا۔ اور سچائی رہ گئی۔ تو اب بھی بہت کچھ کسر باقی ہے۔ کیونکہ جھوٹ اور سچ دونوں صرف نسبتی الفاظ ہیں۔ جب تک سچ ہے۔ تب ہی تک جھوٹ ہے۔ اور جب تک جھوٹ ہے تب ہی تک سچ ہے۔ اصلی صفائی تو اس وقت ہو گی۔ جب ہر دو قسم کے وا بھیدے مٹ جائینگے ✤

اکسٹھواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸۔اگست ۱۹۱۸ء

جب تک کوئی دیکھتا ہے وہ اندھا ہے۔ جب دیکھنے کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے تب اصلی بینائی آتی ہے۔ جب تک کوئی سُنتا ہے۔ وہ بہرا ہے۔ جب سُننا موقوف ہو جاتا ہے۔ تب اُس میں سچی شنوائی آتی ہے۔ یہی حال اور اندریوں کا بھی ہوتا ہے ✤

گونگا بولے مدھری بانی۔ شبد شبد وِستارا
لنگڑا چڑھے شکھر پربت پر۔ گھاٹی شیل اپارا

(۲) بِنا نَین کا اندھا دیکھے۔ بِنا بھانت بھانت کی رُوپا
مَن نہیں بُدھ نہیں کان نہیں ہے۔ سُنے اَگم کے بھیتا
(۳) بِنا سُورج کے بِجلی پرکاشا۔ بِن بادل کی برسا
بِنا رُوپ کا شگوفہ پایا۔ چرن کمل بیچ پرسا
(۴) نہیں بین نہیں ڈھول بانسری۔ باجے ادبھت باجے
اُوم اُوم سوہنگم بستا بیت۔ شبد اناہد گاجے
(۵) پنچھی اپنچھی کا مِٹا جھمیلا۔ کون ہنسے پنتھائی
رادھاسوامی چرن شرن بلہاری۔ ملی بسنتگور شرنائی

سخت مشکل ہے۔ کوئی کہے بھی تو کیا کہے۔ اور پھر کیوں کہے۔ کہنے کی ضرورت کیا رہی؟

باسٹھواں بچن
سری نگر کشمیر
۱۸ اگست ۱۹۱۸ء

اگر مرد واقف بود ہر وجود
نخواہد خدا را۔ نہ گوید وجود

جب تک کوئی خواہش بھی دل میں باقی ہے۔ تب تک اصلیت ہاتھ میں نہیں آئی۔ یہ سنت مت کی تمام تعلیم کا لُب لُباب ہے۔ اِس کا آدرش گتی بھی نہیں ہے۔ بلکہ اصلی معنی میں اگر ہم اُس کی معراج کو بےخواہشی کہیں۔ تو شاید زیادہ موزوں ہوگا۔ کبیر صاحب کی بانی ہے:-

چاہ مِٹی چِنتا گئی۔ منوا بے پرواہ
جا کو کچھو نہ چاہیئے۔ سوئی شاہنشاہ

تریسٹھواں بچن
سری نگر کشمیر
۲۶ اگست ۱۹۱۸ء

خط بنام پنڈت امرناتھ جی زیدہ (ترجمہ انگریزی)

پیارے بھائی! رادھاسوامی
تمہارا خط سری نگر میں ملا۔ اگر اس سال کی بیماری میں تو جا کو بھول گئے۔ تو کیا حرج ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ شخصیت کے محدود

خیال پر غالب آنا چاہئے۔ اسی سے ساری عمر تعلق رکھنا غلطی ہے۔ سب کو بھول کر اپنے کو بھول کر سب سے بڑے پریم کے اتھاہ سمندر میں گہرا غوطہ لگاؤ۔ یہ آدرش اور معراج ہے گورو تن بدن۔ اور شخصی حیثیت کو نہیں کہتے۔ گورو اِشٹ۔ آیڈیل اور معراج ہے۔ یہ اِشٹ اور آیڈیل تمہارے اندر ہے۔ وہ تم سے کہیں باہر نہیں ہے۔

پریم گن جب سن بھیا کہن سُنن تھکی بار

خودی۔ خود پرستی۔ خود بینی اور خود پسندی کو تو بھولنا ہی ہے۔ پرم پتا ست پُرش رادھا سوامی دیال کو جان اور دل سے پیار کرو۔ اسی گہرے پیار کے نشہ بخشنے والی شراب کی مستی میں سرشار اور متوالے بن جاؤ۔ تاکہ بیخودی کے سرور میں خودی کا خیال یک قلم کافور ہو جائے۔ رادھا سوامی

چوتھواں ایڈیشن
سری نگر کشمیر
۲۷ اگست ۱۹۱۸ء

خط بنام ٹھاکر تند وسنگھ جی (حیدرآباد)

رادھا سوامی

خط سب کے سب ملے۔ جواب سب کے دیئے گئے۔ تمہارے اجیاس کی حالت نہایت قابل اطمینان ہے۔ اسی طرح کام میں لگے رہو۔ جو نام کی خواہش کرتے ہیں اُن کو حضور مہاراج کے نام پر نام کا دان دو۔ ذاتی غرض کے سوال کو ہمیشہ بالائے طاق رکھو۔ نہ کسی کے مذہبی عقاید کو ضعیف کرو نہ کسی سے چھیڑ چھاڑ ہو۔ اپنے کام سے کام رہے۔ ایک دن بیڑا پار ہے۔ یہ ہمت اور یقین دلانے والا اُمیدیش ہے۔ تمہارا کام بنا ہوا ہے۔ جلدی اور اضطراب فضول ہے۔

"دھیرج سے لاگا رہ رے بھائی
تیری بنت بنت بن جائی"

تم نے جو سوالات کئے ہیں۔ اُن سب کے جواب سنت سندیش نامی ضخیم کتاب میں بتفصیل آگئے ہیں۔ اُس کتاب کا بغور مطالعہ کرتے رہو۔ اسی وجہ سے میں نے وہ تم کو پہلے ہی نذر کر دی ہے۔ میں جانتا تھا کہ تم بہت سوال کرو گے۔ خیر اب پھر بھی نہایت اختصار کے ساتھ جواب

دیا جاتا ہے - بغور بار بار پڑھو - تاکہ اصلیت سمجھ میں آجائے +

سوال - سرشٹی کی غرض کیا ہے ؟

جواب - تاکہ تم کو اپنا گیان ہو - سرشٹی نہ ہوتی تو تم کبھی یہ سوال نہ کرتے - لازوال حسن اپنا لاثانی جلوہ دکھلانے پر آیا - اصلیت نے بے صورتی کے پردے کو چاک کرکے صورت کی شکل سے منہ باہر نکالا - یہ اصول ہے - ایسا ہی ہوا کرتا ہے +

نکورو تاب مستوری ندارد

چو در بندی سر از روزن ندارد

تم سوال کرتے آئے - جواب پاکر مطمئن ہو رہے - ہر چہار طرف سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہے - کُل - جُزوی صورتوں میں اپنا علم آپ حاصل کر رہا ہے ؟

(۱) - آپ ہی مالی باغ لگاوے - سینچے آپ پھلواری
آپ ہی پھول کلی ہے آپہے - آپ بنا بنواری
(۲) - کوئل بن کر کوک سناوے - بیٹھ آم کی ڈاری
کور دیکھ بورا ہو جائے - بورا پن سے نیاری
(۳) - آپ ہی بور - آپ امرت رس - آپ آم رس دھاری
آپ ہی چکھے آم رس رسنا - آپ کرے رکھواری
(۴) - پھول - مدھیہ ہے باس سوباسا - رنگ روپ گلکاری
آپ ہی پرکھے اپنی سوبھا - پرکھت ہوت سکھاری
(۵) - یہ تو بھید کوئی گورو مکھ پاوے - گورو پد ہوئے بھکاری
ہم تو سار مرم لکھ پایا - رادھا سوامی کی بلہاری

سوال ۲ - ہمارے پیدا ہونے کی غرض کیا ہے ؟

جواب - پہلے سوال کے جواب میں اس کا بھی جواب ہے - کُل نے آپ اپنے اجزا کو اظہار کا موقع دیا - تاکہ گیان پورے طور سے اپنا ظہور کرے - اس وقت تم جزوی صورت

سکے وابستہ ہیں ہو۔ اپنے آپ کی نرکھ پرکھ کرو تاکہ راز باطن تمہاری سمجھ میں آجائے۔ اور جز کا واہمہ کل کے روپ میں منتقل ہو کر اطمینان کُلی کا موقع ملے۔ یہ تمہارے پیدا ہونے کی غرض ہے۔ اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں ہے ؛

(۱)- بِندھ روپ سے بُوند جو نکلا - روپ دیکھ ڈر پانا
ایک بُوند میں بِندھ پیارا - جب جانا ہرکھانا

(۲)- بِندھ میں بُوند اینکن ویسیں - یہ تو سب کوئی جانے
بُوند میں بِندھ آپ ہے دیایا - پرلا کوئی پہچانے

(۳)- بُوند میں لہر بُوند میں بِندھو - بِندھو بُوند دواوُ ایکا
دویت بھرم کہو کیسے چھوٹے - جب نہیں چیت بویکا

(۴)- ہم تو بُوند بِندھ تھے گویا - بُوند میں بِندھ سمانا
لکھ لکھ دشا نیاری اپنی - سمجھا گورو مت گیانا

(۵)- "آپ، آپ کو آپ پچھانو" - رادھا سوامی کی ہے بانی
"کیا اور کا ٹیک نہ مانو" - پاؤ پد - نربانی

سوال ۱۳- قسمت کیا چیز ہے ؟

جواب- قسمت نام ہے تقسیم شدہ حصہ- ورثہ- اور ترکہ کا- جب تم نے جزوی صورت اختیار کرلی- تو جزوی صورت کی میراث تم کو خود بخود مل گئی- محدود شخصیت کی قسمت محدود ہی ہوتی ہے- اگر انسان بنے تو انسان جیسی قسمت نصیب ہوئی- اور اس پر تم کو حق حاصل ہو گیا ؛

سوال ۱۴- کیا ہم اپنی قسمت کو میٹ سکتے ہیں ؟

جواب- میٹنے کے کیا معنی؟ تم اپنی قسمت کو بڑھا سکتے ہو- یہ تمہارا حق ہے- میٹو نہیں- اسے بڑھاتے چلو- بڑھنے اور بڑھانے میں مزا ہے- ایسا بڑھو کہ سب کچھ تمہارا اپنا ہو جائے- میٹنا فضول ہے- عبث ہے- غلط واہمہ ہے- اس قدر بڑھو- کہ سوا تمہارے کوئی نہ رہے- تم ہی جگت روپ- برہمانڈ روپ- ست روپ- اور رادھا سوامی روپ ہو جاؤ- یہ معراج ہے

تمہارے سوا کوئی اور نہ رہتے۔ اور تم اب بھی وہی ہو۔ صرف جُزوی قسمت کے غلط واہمہ میں پڑکر بھرم رہے ہو۔

سوال۔ ہم اپنی قسمت کو کیسے بیٹ سکتے ہیں؟ یا نہیں میٹ سکتے؟ اور وہ کس طرح؟

جواب۔ قسمت کے میٹنے کا سوال مجھ سے نہ کرو۔ مَیں کسی کی قسمت کی میٹنے کی نہ تعلیم دیتا ہوں نہ تدبیر بتاتا ہوں۔ میری قسمت کے بڑھانے اور بنانے کے لئے دُنیا میں پیدا ہوا ہوں۔ نفی کے خیالات سے مجھے ذرا بھی تعلق نہیں رہتا۔ صرف اثبات کے خیال کا دلدادہ اور شائق ہوں۔ اور اسی کے تمام پہلو دکھاتا بتاتا۔ اور جتاتا رہتا ہوں۔ قسمت تو درکنار مَیں یہ بھی کسی سے نہیں کہتا۔ کہ کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار کو مارو۔ مَیں صرف یہ تعلیم دیتا ہوں۔ کہ ان کی اصلاح کرو۔ اور کام میں لگو۔ اس کا تم کو ہمیشہ دھیان رہے یہ آسان۔ عملی۔ اور مفید تعلیم ہے۔ دوسرے قسم کی تعلیم نسبتاً مشکل۔ غیر عملی اور غیر مفید ہے۔ تم اپنی قسمت کو بڑھاؤ۔ اپنے جُز کو کُل میں ڈال دو۔ اور تم ہی کُل ہو جاؤ گے۔ قسمت بڑھ جائیگی اور تم کچھ سے کچھ بن جاؤ گے۔

(۱)۔ بھاگ جگا کورے پورا پایا۔ بنا آپ بڑے بھاگی
پریم ہاٹ میں سودا کینا۔ نہیں بنا بیراگی

(۲)۔ جوگی جنگم۔ چتر سیانا۔ گیانی۔ دھیانی اُداسی
ان کے مارگ چلوں نہ کبہی۔ بھجوں گورو اناسی

(۳)۔ گورو پورے کو سمرتھ جانو۔ سمرتھ کا پد پرسوں
چرن کمل کی سیوا پوجا۔ آسا لاگ نہ ترسوں

(۴)۔ بھاگ سہاگ راگ اور گیانا۔ گورو کے مارگ پایا
پریم بھگتی کا پنتھ انوپم۔ رادھا سوامی آپ لکھایا

(۵)۔ رادھا سوامی رادھا سوامی رادھا سوامی۔ رادھا سوامی ہر پل گاؤں
رادھا سوامی پریت بسی من اندر۔ کہوں نہ آؤں جاؤں

اس طرح تم اپنی قسمت کو بڑھا سکتے ہو۔ اور اُس کی آسان ترکیب شمرتِ شبابو کا سادھن ہے جو تم کو ناہورس میں بتا دیا گیا ہے ✦

سوال۔ کیا وجہ ہے۔ کہ نیک لوگ مصیبت کے شکار رہتے ہیں۔ اور بُرے آدمی سُکھ چین اُٹھاتے ہیں؟

جواب۔ سونا کو جب کُندن بنایا جاتا ہے تب وہ تپایا جاتا ہے۔ بغیر تپے ہوئے وہ کبھی کھرا کُندن نہیں ہو سکتا۔ تم اسی کو اپنی غلطی سے مصیبت کہتے ہو۔ میں اسے مصیبت نہیں کہتا۔ برکت سمجھتا ہوں۔ کیونکہ قانون ایسا ہی ہے۔ بغیر مصیبت اور تکلیف کے راحت نہیں ملتی۔ اور نہ اُس راحت کی قدر ہوتی ہے۔ اور بغیر اُس کی قدر کو سمجھے ہوئے وہ برکت نہیں تسلیم کی جاتی۔ راحت کا تعلق دل سے ہے۔ جب تک دل میں دوچتائی اور جھنجھلاتا ہے۔ تب تک قرار نہیں حاصل ہوتا۔ اسی قرار اور سکون کے حاصل کر لینے۔ قدر کرنے اور اسے برکت کی شے تسلیم کرنے کے لئے یہ سب امتحانات اور آزمائشوں کے چکر سنسار میں چلا کرتے ہیں۔ جس مصیبت کا انجام اس قدر اچھا ہو اُس کی شکایت کرنا بے معنی ہے۔ ایسا تو ہونے والا ہی ہے۔ بغیر اس کے کام کیسے چلیگا۔ ہاں اگر انجام بُرا ہوتا تو بیشک شکایت کی جا سکتی تھی۔ کیا تم نہیں جانتے نیکی بطور خود اپنا قیمتی صلہ ہے۔ اس وجہ سے رُوحانی زندگی کے ابتدائی حصہ میں ناخوشگوار حالتوں کا ظہور ہوا کرتا ہے ✦

سوال کا دوسرا پہلو۔ کہ بُرے آدمی سُکھ چین اُٹھاتے ہیں تمہارے سوچنے کے قابل ہے تم کسی کی ظاہری طمطراق کو دیکھ کر غلط رائے نہ قایم کرو۔ اُسی سے پوچھو۔ اگر وہ اپنے سینہ پر ہاتھ دھر کر کہدے۔ کہ میں خوش ہوں۔ تب تو مانو۔ ویسے تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ کہ وہ چین کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس دُنیا میں کوئی بُرا آدمی خوش نہیں رہ سکتا۔ اگر بُروں کے حصہ میں خوشی آتی۔ تو یہ جیلخانوں اور سزاؤں کا اہتمام کیوں ہوتا۔ اور دولتمند۔ عیاش۔ اور صاحب حکومت آدمی خود کُشیاں کیوں کرتے۔ سونے چاندی کے سامان بنیاد خوشی ہوتے ہیں۔ پہلے جنموں کی اچھی کمائی سے اُن کو حکومت۔ ثروت۔ اور دولت ملی ہے۔ وہ اُن کا

اس جنم میں ناجایز استعمال کر رہے ہیں۔ اور اُس کا بدلہ کچھ اسی جنم میں پا رہے ہیں۔ کچھ آگے جنموں میں پاوینگے۔ پہلے اُن سے اُن کی حالت دریافت کرو۔ تب کہو سکہ آیا یہ خوش ہیں۔ یا دُکھی ہیں۔ خود ہی غلط رائے نہ قایم کرو +

یہہ تمھارے سوالات کے مختصر جواب ہیں +

خطوط بنام شری متی چمن دیوی لاہور نواسی

سپلیمنٹ اچھوت بچن
سری نگر تسیم
۸ اگست ۱۹۱۸ء

پہلا کارڈ

مات پتا کی لاڈلی ۔ گورو کا اُدھک سنیہہ
پتی کی پیاری چیت سے ۔ اُتّم تاکو گیہہ

پتی کی سیوا بندگی ۔ ناری کا آدرش
جو کوئی ایسی گرہنی ۔ ہے پریم سُکھ ہرش

پتی پرماتم دیو ہیں ۔ پتی ہیں برہم سروپ
پتی سوامی اور پربھو ہیں ۔ پتی ہی کُل کے بھوپ

پتی کا پریم جگا ہیے ۔ پتی پر تن من وار
پتی کو جو لیں دن بھجے ۔ سوئی اُتّم نار

بھگتی تو پتی کی کرے ۔ پتی کی دھارے سیو
پتی سم اور نہ جانہی ۔ کوئی اپنا دیو

پتی کا دوش نہ دیکھئے ۔ کر آدر سنمان +

پتی پر تن من واریئے ۔ پتی کا پل پل دھیان

پتی پرمیشور ایک ہیں ۔ من میں دیکھ وچار
جو پتی کی سیوا کرے ۔ سو جگ سندر نار

سندر تو پتی کو سمجھے ۔ پاوے اچل سوہاگ
جو پتی کے اوگن لکھے ۔ تاکے مند ہیں بھاگ

اونچے کل کی ریت یہہ ۔ پتی سوں نیہہ لگاے
بیٹی اچھے باپ کی پتی کو لیئے ریجھاے

دوسرا کانڈ

میں مجبوری پتی کمل کی ۔ رہوں پیا کے پاس
ہر کے روپ سوبھا لکھوں ۔ پاؤں پریم سوباس

پتی میرے بندھ سروپ ہیں ۔ میں ہوں لہر سمان
بند بندھ کی ایک گتی ۔ سمجھے کوئی سوجان

پتی تو سورج دیوتا ۔ میں کرنی کا روپ
میں داسی پد کمل کی ۔ پتی میرے ہیں بھوپ

پتی تو دیپ سمان ہیں ۔ اور پتنگی میں

پتی کا پریکریا کروں - جرأت جیا لکھوں نہیں !

پتی کے ساگر آئے کر - میں رہوں رین سمان
ایک پلک بچھڑوں نہیں - بچھڑ تجوں تن پران

مچھلی

میں پپیہا پتی سوانت ہیں - موہی سوانتی کی پیاس
اور نیر کو نا گہوں - سوانتی بوند کی آس

چندر جو میرے پتی بھئے - میں بھی بنی چکور
ہرکھ روپ نرکھت رہوں - درشٹی انکھیں کی اور

[illegible] [illegible] पिता त्वमेव
त्वमेव [illegible] च [illegible] [illegible]
विद्या [illegible] [illegible] त्वमेव
त्वमेव सर्वं मम देव देव.

شلوک لالہ گوری شنکر لال صاحب سے پڑھ کر زبانی یاد کر لینا +

تیسرا کارڈ

چن من رانی بڑی سیانی - پرکھ پریم گڑ کھاتی ہے
نیکھا کڑوا من نہیں بھاوے - مصری کی کانڈ منگاتی ہے

پریت کے لڈو بھگتی امرتی - بھاو کی برفی بناتی ہے
کھاتی اور کھلاتی سب کو - نت رادھا سوامی گن گاتی ہے

ست نام کا بھوجن کھا کر — من وِشواس بڑھاتی ہے
آپ بنی ہے پریم کی مورت — سب کو پریم سکھاتی ہے

رات دوس ہے گورو کا دھیان — ہر کھ ہر کھ ہرکھاتی ہے
جو ساتھی سجنی گھر میں آئی — گورو کا نام سناتی ہے

کتھا کیرتن اور بھگت بانی — پڑھتی اور پڑھواتی ہے
نام کا سمرن صبح شام نت — گورو کی یاد دلاتی ہے

پتی کے کُل کو جا کے سنوارا — پتا کے کُل کو سجاتی ہے
مات پتا کی پیاری پُتری — سوبھا عجب بڑھاتی ہے

ودّی[1] کو تو بڑا بنایا — بیٹروں کو سمجھاتی ہے
پتی کو اپنے پریم بھاؤ سے — ست مارگ دکھلاتی ہے

پُتری وہی سیانی جگ میں — کُل مرجاد بڑھاتی ہے
دونوں کُل کی بجیا راکھے — ترقی اور ترانی ہے

چُھنمن رادھا سوامی کی ہے بیٹی — آتی کہیں نہ جاتی ہے
گھر میں رہکر دیا پریم کا — پریت کی اگنی جلاتی ہے

ساس سُسر کی سیوا دھاری — سب کو راہ لگاتی ہے

---

[1] ودّی چُھمن کی ساس کا نام ہے +

گھر اُس کا بیکنٹھ دھام ہے - دیوی دیو پوُجاتی ہے

چوتھا کارڈ

چُھٹن یا جاگ آئے نے - کر لو اپنا کام
پتی کی داسی ہوئے رہو - کر سیوا نشکام

نر شریر کا سار یہہ - پتی چرنن وشواس
اَورن سوں کیا کام ہے - بھج پتی سانسوں سانس

سُندر تو پتی کی بھئی - اور نہ کوئی رچت
پتی کی پریت سنبھال لئے - پتی سوں تیجے ہت

ایک پتی کے پریم سوں - اپنا جنم سُدھار
سوارتھ پرمارتھ بنے - لوک پرلوک سنبھار

نینوں پتی کی مُورتی - من میں پتی کا دھیان
پتی پر پل پل واریئے - دیہہ گیہہ تن پران

جو تُو پیاری پیو کی - پیو کو کر پرسن
پیو سمان کوئی نہیں - نرکھ پرکھ بج من

جنم کے ساتھی مات پتو - کرم کا ساتھی پیو

جو پتی کی ار دھنگنی - سو ہی اُتّم جیو

پیو کو سونپیا باپ نے - پیو کی داسی جان
چھمن تو پیو کی بھئی - تیاگ موہ مان

دیوا بالا پریم کا - برگٹی جوت انیک
اُس جوتی میں لکھ پڑا - پتی کا مرم بویک

سب کو تج پتی کو بھجے - وہی سیانی نار
آپ ترے بج نام لے - تارے کُل پروار

پتی کا آس بھروس ہے - پتی ہی کا اُبھیان
ایک پتی کا آسرا - یہی ہے اُتّم گیان

پانچواں کانڈ

چھمن تم بڑ بھاگی ہو - ناری چتر سوجان
سوچ من میں آپنے - پتی سم اور نہ آن

جنھی اُونچی ذات میں - مات پتا وہ دھن
جن کے کُل میں برگٹی پتی ورتا چھمن

پتی ورتا میلی بھلی - کالی کچیل کورُوپ

پتی ورتا پر واریئے - لاکھوں کوٹ سروپ

پتی ورتا گل بھوشنی - وہ جگ کا سنگار
چوموں تاکا پانؤں میں - نس دن سانجھ سکار

پتی ورتا تو یوں کہے - سنئے کنت سوجان
جنم جنم داسی رہوں - واروں تم پر پران

پتی سوں کچھ نہیں مانگھوں - یہہ بر دینا موہ
جنم جنم شرناگتی - من سے بھاؤں توہ

سوؤں تب سپنے ملوں - جاگوں تم کو دیکھ
جیوں تمہارا نام لے - مروں تمہارا بھیکھ

بھیس

اچل سوہاگ پتی دیجئے - یہی کامنا مور
جنم جنم بھگتی کروں - چلے نہ کرم کا زور

میرے تو تم ایک ہو - تم سم اور نہ کوے
تمہرے پریم پیالہ میں - ہونا ہوے سو ہوے

تم ہی میرے رام ہو - تم ہی ہو کرتار
تم میرے بھرتا رہو - تم سے ادھک پیار

چھپا یا بچپن (جولائی سنہ ۱۹۱۰ء)

سوالات کے جوابات

حسب خواہش خط بابو گوری شنکر لال صاحب کلرک محکمہ تار دہلی ۔ مرقومہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

سوال ۱ ۔ سادھ یا سنت ستگورس کے اولاد ہو سکتی ہے یا نہیں

جواب ۔ سادھ یا سنت شو۔ جب جسمانی قید میں ہیں تو وہ کھاتے پیتے ۔ چلتے پھرتے ۔ جگت کا بیوہار بھی تو کرتے ہیں ۔ جگت کا بیوہار جسم ۔ من ۔ اور اندریوں ہی کے تحت ہے ۔ اور جب یہ سب کر سکتے ہیں ۔ اور کرتے ہیں ۔ تب ان کی اولاد کیوں نہیں ہوگی نظام کائنات کا قانون وہ توڑتے تو نہیں ۔ جب یہ شریر ہے ۔ اور جب تک شریر کا ادھیا ہے ۔ تب تک شریر کے کام کیسے نہ ہونگے ۔ فرق صرف اس قدر ہیں ۔ گیان اور وجاہت کی وجہ سے اُن کا من لطیف ہوتا ہے ۔ وہ سنساری جیسے نہیں ہوتے ۔ سکھ اور دکھ دونوں حالتوں میں یکساں رہتے ہیں ۔ اور بجوگ روگ میں اپنے روحانی مرکز پر قایم رہتے ہیں ۔

ضمیمہ جواب ۔ اولاد دو طرح کی ہوتی ہے ۔ نادی اور بندی (روحانی اور جسمانی) روحانی اولاد تو اُن کے شاگرد ہیں ۔ جو روحانی تعلق کی وجہ سے اپنائے گئے ہیں ۔ اور جسمانی اولاد بیٹے ہیں ۔ جو نظام جسمانی کے موافق کسی عورت کے بطن سے پیدا ہوئے ۔

سوال ۲ ۔ اگر اولاد ہو سکتی ہے تو کس طرح ؟

جواب ۔ جیسے وہ کھاتے پیتے ہیں ۔ ویسے ہی اولاد بھی پیدا کرتے ہیں ۔ یہ کیا سوال ہے !

سوال ۳ ۔ سادھو کس کو کہتے ہیں ؟

جواب ۔ جو ابھی سادھن اوستھا میں ہیں کچھ مقامات طے کر لئے ہیں ۔ کچھ طے کرنے کو باقی رہ گئے ہیں وہ سادھو ہیں ۔ ان کے پانچواں استھان ابھی طے نہیں ہوئے ۔

سوال ۴ ۔ سنت یا سنت ستگور کون ہیں ؟

جواب - سنت وہ ہیں جنہوں نے اپنے اندر پانچوں لطیف مقامات کی سیر کرلی ہے اور جیون مکت دشا میں ہیں - پرار بدھ کرم کے بس ابھی شریر ہے - شریر کے چھوٹ جانے پر یہ ودیہ مکت اوستھا کو پراپت ہو جائیں گے - ممکن ہے یہ کسی کو اپدیش نہ دیتے ہوں - اور اگر اپدیش دیتے ہیں تو انھیں کا نام سنت ستگور ہو جاتا ہے - سنت ستگور کے متعلق اور کچھ نہیں کہا جاتا +

ضمیمہ جواب - پانچ طرح کے پرمارتھی ہوتے ہیں - (۱) - ست سنگی یعنی برائے نام یا پتھالی - جن کی روحانی آنکھیں ابھی اچھی طرح نہیں کھلیں - اور پرمارتھ کے مدرسہ میں مبتدی اور نو آموز طالبعلم ہیں - (۲) - سادھو جنہوں نے سادھن کر کے ترکٹی یعنی دستی مقام تک رسائی پیدا کرلی ہے - اور دو سرے مقام کو فتح کرلیا ہے تین ابھی باقی رہ گئے ہیں - انھی کے سادھن میں لگے ہوئے ہیں - (۳) - ہنس - جنہوں نے سن خواہ مہا سن (مقام ظلمات) کو طے کرلیا ہے - اور اپنے معراج مقصود اور منزل مردو کے تصور میں محو رہتے ہیں - یا تصور رکھنے کا خیال دل پر ہر وقت جاری رہتا ہے - (۴) - پرم ہنس جو بھنور گپھا یا اُس کی چوٹی پر پہنچ گئے ہیں - اور نظر ایسی بن گئی ہے - کہ سوا نیکی - بھلائی - اور اچھائی کے اُن کی نظر اور دل کی بدی کی طرف نہیں جاتی - یہ بچوں جیسے اوصاف والے ہوتے ہیں - (۵) - سنت - یہ وہ لوگ ہیں - جنہوں نے ست پد پر فتح پالی ہے - اور روح - خیال - اور دلی جذبات کے نقطۂ نگاہ سے بہت لطیف ہو گئے ہیں +

ان سے اونچا درجہ پرم سنت کا ہے - جو رادھا سوامی دھام کے باسی ہیں - مگر ان میں اور ست پد کے رسیدہ روح کے درمیان صرف برائے نام فرق رہتا ہے - اس لئے الگ اتیازی نام لینے کی ضرورت نہیں رہتی +

سوال ۵ - کہا جاتا ہے - کہ جب پریکش انگ سے گورو مکھ کے چولہ میں سنت ستگور یا کُل مالک کی دھار آ براجتی ہے - تو ان کے تمام کنول اُلٹ جاتے ہیں - اور اپنے پریتم کُل مالک کے چرن کنول سے لپٹ جاتی ہے - تب وہ جیوں کے اُودھار کے کارن اس طرف توجہ

فرماتے ہیں۔ گو وہ اس طرف برتتے رہتے ہیں۔ مگر در اصل وہ اپنے پریتم کے ساتھ واس کرتے ہیں۔ اور ان کا بیوہار عام جیوں کے موافق نہیں رہتا ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب:- (۱)۔ ہاں ٹھیک ہے +

(۲)۔ آپ آپ کو آپ پہچانو
کہا اور کا ٹیک نہ مانو (پورن دھنی سوامی جی مہاراج)

(۳)۔ جو کوئی اِتنے اُونچے پہنچے
روپ رنگ ریکھا سے نیارے (پورن دھنی سوامی جی مہاراج)

(۴)۔ بن ست سنگ بویک نہ ہوئی
رام کرپا بن سُو لبھ نہ سوئی (گوسائیں تلسی داس جی)

(۵) سگُور ویشو۔ نرپشو۔ تریاپشو۔ ویدپشو سنسار
مانُش سوئی جانئے۔ جاہی بویک وچار (پرم سنت کبیر صاحب)

آپ نے پوچھا "کیا ٹھیک ہے"؟ میں کہتا ہوں "ہاں ٹھیک ہے"۔ آپ کو وضاحت اور صراحت کی نظر سے پوچھنا چاہئے تھا کہ یہ کیونکر ہوتا ہے۔ اور تب میں اور کچھ کہتا +

ضمیمہ جواب نمبر ا۔ اگر آپ نے ابھیاس میں ذرا بھی ترقی کر لی ہے تو اس کو بخوبی اپنے تھوڑے سے ذاتی تجربہ سے ذہن نشین کر سکتے ہو۔ اگر روحانیت کی یہ حالت نہیں آئی تو سمجھانا مشکل ہے۔ بہر حال اس قدر سمجھ لیجئے۔ کہ جس شخص نے کسی سنت ستگورو کے دھیان کو خوب پختہ کر لیا ہے۔ اُس کے رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں اُسی کے جذبات مضبط ہو جاتے ہیں۔ اور جب تمام اندرونی کنول کھل جاتے ہیں تو جو دھار اُوپر سے آتی ہے وہ خالص روحانی دھار ہوتی ہے۔ یہ کہیں باہر سے نہیں آتی۔ اپنے ہی اندر پرگٹ ہوتی ہے۔ اور گورو کے فیض کی برکت سے اُس کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے۔ ایسا گورو مکھ بیشک حق حقیقت حاصل کر لیتا ہے +

ضمیمہ جواب نمبر ۲۔ گورومکھ وہ خاص شاگرد ہے جس نے گورو کو مکھیہ کر کے مان لیا۔

جان لیا۔ اور پہچان لیا۔ اُس کی خصوصیت سُنو:-

(۱)- وہ پتی ورتا استری کی طرح صرف ایک ہی گُورو سے اکتساب فیض کریگا۔ اگر اُس کے کئی گورو ہیں۔ تو وہ اِس جنم میں گورو مُکھ نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک عرصہ جس کے خیال کو پختہ کرلیا پھر اُس کے رُوپ کے تصوّر کو نکال کر اُس کی جگہ کسی اور رُوپ کا دھیان داخل کرنے سے سنسکار بھرشٹ ہوجائے گا۔ اور ریاکاری کے آنے کا خوف رہیگا +

(۲)- گورو مُکھ اپنے طرف سے مُردہ اور صرف گورو کی طرف سے زندہ رہتا ہے +

(۳)- گورو مُکھ کے لیئے اُس کا پہلا ہی گورو۔ وقت کا گورو ہے اُس کے لیئے اور کوئی گورو نہیں ہو سکتا۔ یہ قطعی فیصلہ ہے +

سوال ۱۵- مرد عورت کا ملاپ صرف کمی عضو (کے سبب سے) ہے۔ جس کا پورا کرنا اس رچنا کے لئے ضروری ہے۔ مگر سنت ستگور یا سادھ کی رُوح جب برہمانڈ یا اُس کے پار چلی جاتی ہے۔ تب اُس میں کوئی کمی یا نقص باقی نہیں رہا۔ اِس لیئے اُن کا بیوہار تمام جیوؤں کے موافق نہیں ہوتا۔ اُن کو یہ رچنا مالک کا رُوپ دکھائی دینے لگتی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب- صحیح ہے اور غلط بھی ہے +

پہلے یہ بتایئے۔ سادھ یا سنت ستگور شریر والے ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو جسم میں نقص اور کمی تو ہمیشہ رہے گی۔ اور وہ کسی طرح سنسارک بیوہار میں اوروں سے مختلف نہ ہونگے۔ اور اگر اُن کو آپ جسم والے نہیں مانتے۔ تو عیاں راچہ بیاں۔ آپ کا کہنا غلط ہوگا +

ضمیمہ جواب- برہمانڈ خود مکمل حالت کا نام نہیں ہے۔ کیونکہ یہ منافی ہے۔ اس لیئے جس نے برہمانڈ تک رسائی کرلی کسی طرح کسی حالت میں ابھی تک وہ مکمل نہیں ہوا۔ پار کرلینے پر یہ شریر نہیں رہتا۔ اُس وقت جو جی میں آوے کہہ لیجئے۔ ہر شریر دھاری خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو۔ ناقص ہی ہے۔ مکمل نہیں کہا جاتا +

(۲)۔ اور جب مکمل نہیں ہے۔ تو کمی کے پورے کرنے کے لئے ضرور مجبور ہو گا ❖

(۳)۔ آپ کی نظر میں گورو جسم والے ہیں۔ یہ سخت غلطی ہے۔ گورو نہ شریر دھاری ہیں نسان ہیں ❖

گورو کو مانش جانتے تے نر کہئے اندھ
ہوئیں دکھی سنسار میں آگے جنم کا پھند   (کبیر صاحب)

(۴)۔ گورو نام ہے اِتنت کا۔ آیڈیل کا۔ معراج تمنا کا۔ دھرم کا۔ کیونکہ پرم پد کا۔ اگر اس طرح پر آپ گورو کی ذات کو سمجھ لیں۔ تو پھر گورو کی شخصیت مکمل نظر آنے لگے گی۔ اور یہی سنت مت کا سدھانت ہے۔ مضمون ذرہ باریک اور لطیف ہے۔ بغیر ست سنگ کے پھل کے ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔ ست سنگ میں جا کر سمجھ لیجئے ❖

سوال ۷۔ سادھو یا سنت ستگورو گرہستی رہتے ہیں اس کے کیا معنی ؟

جواب۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ گرہست دھرم کا پالن کرتے ہیں۔ جو گرہستی کے دھرم کا پالن کرے وہ گرہستی ہے ❖

ضمیمہ جواب۔ اس زمانہ میں بھیس اور سادھو کے لباس میں خرابیاں دیکھ کر اور روحانیت کی کمی میں کئی طرح کے مخالف اسباب سد راہ پاکر سنتوں نے خود گرہستی رہکر گرہست میں پرمارتھ کی کمائی کرنے کی مثال قایم کی۔ ہر زمانہ کی ضرورتیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔ اور اسی زمانہ کی ضرورت کے موافق کام کرنے میں بھلائی ہوتی ہے۔ اس لئے سنتوں نے یہ مریادا چالائی کیا آپ نہیں دیکھتے۔ اس وقت سادھوؤں کی کیا حالت ہے! وہ جنگل میں نہیں رہ سکتے۔ وہاں پھل پھول تک نہیں ہاتھ آتے۔ بھیک مانگنے سے اُن کے سنسکار خراب ہو جاتے ہیں اس لئے سنتوں نے فرمایا۔ کہ گرہستی رہکر پرمارتھ کی کمائی کرو۔ گرہستی میں بھی یہ کام ہو سکتا ہے ❖

سوال ۸۔ کیا سادھو جب تک کہ وہ پورا پد حاصل نہیں کر لیتا۔ تھوڑا بہت عام جیووں کے موافق برتتا ہے۔ یہ کیا ؟

جواب ۔ آپ کے الفاظ واضح نہیں ہیں۔ قابلِ اطمینان جواب کیسے دیا جائے۔ یوں تو اُوپر اس کا جواب آگیا ہے +

ضمیمہ جواب ۔ سادھ کہتے ہیں سادھن کرنے والے کو۔ سادھنا کے پورا کر لینے پر بھی وہ مکمل تو نہیں ہو گیا۔ ابھی تو کئی درجے باقی ہیں۔ اس لئے وہ عام جیووں کی طرح تو ضرور ہی برتاؤ کرتا رہیگا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ تادیب اور تربیت کے دو درجوں سے اونچے چڑھ گیا ہے۔ ہاں وہ مقام مقابلہ اور آدمیوں کے روحانیت کی نظر سے بہت بلند پایہ ہے اس کے سوا جس وقت اُن کی ورتی گورو آکار ہوتی ہے اُس وقت وہ اُس کا آنند لیتے ہیں اور جب ورتی نیچے اُتر آتی ہے تو اُس قدر اُس میں وہ اثر نہیں رہتا +

سوال ۹ ۔ یہ ملیں دیس اس وجہ سے کہلاتا ہے۔ کہ یہاں کی پیدائش اور بڑھاؤ کا سلسلہ ایک بھدّے طور سے ہوتا ہے۔ برہمانڈ اور اُوپر کی رچنا کا بڑھاؤ اس طرح سے نہیں ہوتا۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب ۔ درست ہے۔ لیکن میرے درست کہہ دینے اور آپ کے درست مان لینے سے آپ کو فائدہ کیا ہوگا؟

ضمیمہ جواب ۔ میں بطور خود کسی شے کو بھی یہاں بھدّی نہیں دیکھتا۔ ہر شے سے خوبصورتی۔ کاریگری۔ اور ارادہ کا اظہار ہو رہا ہے۔ ہاتھی کی سونڈ یا اونٹ کی ٹانگوں کو آپ بھدّی کہہ لیں۔ مگر میری زبان بند رہیگی۔ کیونکہ اُن کی بناوٹ میں یہ تینوں چیزیں نمایاں طور پر موجودیت کا درجہ رکھتی ہیں +

ہاں یہ کہئے۔ کہ اس طبقہ کی رچنا اسھول ہے۔ برہمانڈ کی سوکشم ہے۔ اور روحانی طبقہ کی کارن ہے۔ اور طبقات کی نظر سے قانون قدرت میں فرق کی امتیازی مدات کا رہنا ضروری ہے۔ ایک جگہ رُوح ہے دوسری جگہ دل ہے۔ تیسری جگہہ جسم ہے۔ اور انھیں کو چیتن۔ من۔ اور مایا بھی کہتے ہیں +

سوال ۱۰ ۔ کیا ستگورو ہرلے نام گرہستی رہتے ہیں؟ اُن کے لئے تمام جیو کیا

غور نے کیا باہر کے ایک ورشٹ ہوتے ہیں؟ کیا ان کا گرہستی ہونا صرف اس غرض سے ہے۔ کہ وہ جیوں یعنی مرد اور عورتوں کا اُدھار فرماتے رہیں؟ کیا خیال ہے؟

جواب۔ ہاں۔ وہی خیال ہے۔ جو آپ کا ہے۔

ضمیمہ جواب۔ سنت سادھو ہم ورشتی ہوتے ہیں۔ اور جیوں کے اُدھار کا خیال رکھتے ہیں۔

سوال ۱۱۔ سنت ستگور کی استری جو سب جیوں کی پرم ماتا ہیں۔ یہ کوئی بڑی پریمی ہستی ہو نگی۔ جن کا پرم پد حاصل کرنا اسی چولہ کا آخری مُدعا ہوگا۔ اُن کو تو سنت ستگور ساکشات کُل مالک دکھائی دیتے ہونگے۔ کیا اُن کا بیوہار عام جیوں جیسا ہوتا ہے یا نہیں؟ کیا خیال ہے؟

جواب۔ اس سوال کا جواب دینا میرے لئے بہت مشکل ہے۔ عقیدتمندوں اور بھگتوں کو ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال ۱۲۔ کوئی گذشتہ زمانہ کی مثال دیا کر کے دیجئے؟

جواب۔ جیسے بُدھ دیو کی استری یشودھرا تھی بُدھ کے عقیدتمندوں کا وہی خیال اس پاک خاتون کے متعلق ہے۔ جو آپ کا سنت ستگور کی استری کے نسبت ہے۔

سوال ۱۳۔ مہاتما بُدھ پر ابھیاس کی حالت میں کام یو یا مایا نے چھاپا مارا۔۔۔ مگر اُن کا کچھ نہ کر سکی۔ تو سنت ستگور جو دیس کے باسی ہیں اُن پر کیسی حاوی ہو سکتی ہے؟ کیا خیال ہے؟

جواب۔ وہی جو آپ کا ہے۔ سنت یا بدھ آئیڈیل شخصیت ہیں۔ اُن پر مایا کا حملہ نہیں چل سکتا۔ بس یا اور کچھ؟

درخواست۔ آپ سے یہ پرارتھنا ہے۔ کہ آئندہ سنت ستگور کی استری۔ بال بچوں

بھائی بہن - باپ ماں وغیرہ کی نسبت بھُول کر بھی مجھ سے سوال نہ کریں - ورنہ میں جواب دینے سے قاصر رہوں گا - اس قسم کے سوالوں کے جواب میرے دائرۂ امکان سے بعید ہیں - میں ایسے سوالوں سے بہت گھبراتا ہوُں - ایسے سوالوں کے جواب کسی ست سنگوری سے پُوچھنا چاہئے - وہ آپ کی تشفی کر دینگے - اور آپ کو وِشواس بھی ہو جائے گا میں اِن باتوں سے ناواقف اور نا تجربہ کار ہوں - پھر کیا کہہ سکتا ہوُں ؎

شیو - ایڈیٹر وگیانی لاہور

حضور معلّیٰ و مقدس کے چرنوں میں بنتی

بھگتی دان گورو دیجئے - پربھو سمرتھ سوامی
دیا درشٹی سے دیکھئے - تم انتریامی
شرناگت کی لاج رکھیئے - میرے داتا
تُم ہی رکشک جگت کے - تُم پرم بدھاتا
پتت اُدھارن دین ہت - گھٹ گھٹ کے باسی
رادھا سوامی آد گورو - سُکھ مے - سُکھ راسی

ختم ہُوا بچن سار حصہ سوم
جو انتی رادھا سوامی مت پرکاش ہے

اکتوبر ۱۹۱۵ء

التماس

[illegible]

میرے پہلے رسالہ سادھو نے سادھن کرنے کی راہ دکھائی

یاد حق کرنا کرانا ہے فقط سادھو کا کام
خلق کو رستہ دکھانا ہے فقط سادھو کا کام

پھر میں نے سنت سندیش (پیغام فقرا) نامی رسالہ کے نام سے ہم آہنگ کتابیں لکھیں جن میں خالص رموز تصوف کا بیان ہے اس میں مت متانتروں کا عطر نکال کر رکھدیا گیا ہے اور لطف یہ کہ کسی کی مذمت سے تعلق نہیں رکھا گیا۔

گل معنی کے عطر کا ہو شوق
پڑھو اس سلسلہ کو با صد ذوق

پھر گیانی رسالہ کا اہتمام ہوا جس کی بارھویں جلد کا یہ دوسرا نمبر ہے۔

شوق گر ہو کہ تم بنو گیانی
پڑھو با ذوق و شوق گیانی

اب ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء سے میری قلم کا نقش و نگار نہایت لطیف رنگ آمیزی کے ساتھ نکلیگا۔ اور اس کا سادہ مگر دلکش نام سنت مت ہوگا۔

واصل ذات حقیقت سنت ہے بس سنت ہے
ہادی راہ طریقت سنت ہے بس سنت ہے

میری پہلی تحریرات اسی سنت مت کا دیباچہ اور تمہید تھیں۔ یہ کیا ہوگا۔ ابھی سے کیا کہا جائے صرف اسی قدر عرض کر دینے کی ضرورت ہے کہ یہ لاثانی چیز ہوگی۔ اور مسائل حقیقت [illegible]

معرفت اور اسرار طریقت کو دلپسند، آسان اور عام فہم عبارت میں اس طریقہ پر بیان کیا جائیگا۔ کہ سرسری طور پر پڑھتے ہی وہ خاطر نشین ہو جائیں سنت کی تعلیم بالکل نرالی ہوگی اور کتھا کی صورت میں گیان دھیان وغیرہ کے مضامین ادا کئے جائیں گے مقصد یہ ہے کہ جو شخص اس کو ایک مرتبہ پڑھ لے پھر اور کسی شرح کتاب کا محتاج نہ رہے اور یہ ہر وقت نئی کی نئی بنی رہے اور ہر طریق۔ ہر ملت اور ہر مذہب کا آدمی اسے اپنا رفیق بنا سکے۔ یہ میری زندگی کے قلمی مشاغل کا آخری نتیجہ ہوگا۔ دیباچہ ہے کتاب کا اصل مضمون ہمیشہ زیادہ نتیجہ خیز دلچسپ اور مفید ہوتا ہے بس یہی سمجھ لیجئے کہ اگر ساد مکھ سنت سندیش اور وگیانی دیباچہ تھے تو یہ ان دیباچوں کی مکمل کتاب ہوگا۔ جو میرے خیالات کو نہایت شستہ۔ پاکیزہ۔ اور دلآویز پیرایہ میں پیشکش کریگا اور ویدوں کے عطر اپنشدوں کے جوہر۔ درشنوں کے لب لباب اہل طریقت کی اریکیوں کے نکمل خاکے۔ اور اہل تصوف کی بلند خیالیوں کے ماحصل کو ایک جگہ اور ایک وقت میں ایسی خوبی سے نذر کریگا کہ پڑھنے والے تسلیم کرلیں۔ کہ اب اس سے زیادہ آگے کی طرف زبان اور دل کی رفتار کا سرگرمی دکھانا امر محال اور غیر ممکن ہے۔ کوشش یہ کیجائیگی کہ ہر مطالعہ کرنیوالا اسے اپنی زندگی کا رفیق اور اپنے طرز معاشرت کا سچا معلم اور حقیقی رہبر بنا لے۔ اور سب اسے حرز جان بنا کر رکھیں اور ہزار زبان سے اعتراف کرنے کے لئے مجبور رہوں۔ کہ

"اثر لبھانے کا پیارے تیرے بیان میں ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے"
"نگار خانہ معنی کا نقش لاثانی
اگر کہیں ہے تو فقط تیری داستان میں ہے"

سو داستانی بری ہے اپنے منہ اپنی تعریف کرنا اخلاق کے آئین کے برخلاف ہے۔ اس لئے زیادہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ کہ

یہ سنت دیپ کے دلی خوبصورت احساس کا روشن تجلی اور چمکتا ہوا آئینہ ہوگا جس میں حقیقت مجسم کے خط و خال نمایاں صورت میں اپنی جادوگری اور حسن آرائی کا دلخوش کن منظر پیش کرتے رہیں گے

سالانہ قیمت صرف ۱ روپے ہو گی۔ نہ کم نہ زیادہ۔ کیونکہ میری قلم کا آئیڈیل زرپرستی نہیں ہے بلکہ شروع ہی سے حق پرستی۔ اور اشاعت حقیقت کا خیال مد نظر رہا ہے ؛

آپ خود اس کی قدردانی اور سرپرستی فرمائیں۔ اور دوسرے صاحبوں کو اس کا قدردان و معاون بنائیں۔ آپ سے بس صرف اسی قدر درخواست ہے اور کچھ نہیں۔ یہ آپ کی آخری خدمت ہو گی۔ جس کا بدلہ میں بخوشی اپنے ذمے لے رہا ہوں ؛

میں ہوں خادم آپ گر مخدوم ہوں ۔ کیوں میری خدمت سے پھر محروم ہوں
جو پڑھیں گے نیک دل بن جائیں گے ۔ بچوں کی صورت میں سب معصوم ہوں

حقیقت پسندوں کا سچا خدمتگزار
شیوبرت لال
مصنف سنت دفتر دگیانی لاہور

سنت
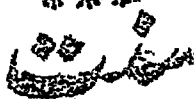
چرچہ کیا۔ سوچا۔ اور سمجھا کچھ بھی ہاتھ نہ آیا
سنت نے آپ ہی پرگٹ ہو کر سچ بھید دکھلایا

من بانی کی اگم نہیں جس میں ۔ کیا کوئی بھید بتائے
رشی۔ منی۔ پنڈت۔ گیانی۔ دھیانی۔ کیسی بدھ تیہی سمجھائے
ستا نہیں اسنتا سے نیارا درشے ۔ وہ تو اگم اپارا
سارا اسار دواؤں سے اونچا ۔ کیا کوئی برنے پارا
ترپا ۔ ترپاتیت نہیں وہ ۔ وار پار سے آگے
یہ تو مرم کوئی گورو مکھ پاوے ۔ گورو چرنن جب لاگے
جب کوئی پارکھ ملے ابھکی ۔ نام رتن ادھکاری
ہیرا کھول دکھاؤں اس کو ۔ رادھا سوامی کی بلہاری

مژدۂ جانفزا

بالخصوص آسمانی کتابیں پڑھیں اور اصلیت سے بھی بے خبر رہو ہم آپکو "توحید کے خزانہ" کی سفارش کرتے ہیں اس میں تصوف اور اہل سلوک کے تمام اسرار نہانی وضاحت کے ساتھ عام فہم و دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جن کو پڑھکر کوئی شخص حقیقت کے علم سے محروم نہیں رہ سکتا اس خزانہ میں کم از کم سینکڑوں تمثالیہ قصے آئے ہیں۔ جو روحانی مضامین کو ذہن نشین اور دل نشین کر دیتے ہیں یہ بارہ حصوں میں منقسم ہے اور ۱۶۴۲ صفحے ہیں ابواب ۱۳۰ ہیں جن میں ساری باتیں علم سینہ کی کھولکر بیان کی گئی ہیں اس مجموعی سلسلہ کا نام سینت سندیش ہے۔ نمبروں کی وضاحت حسب ذیل ہے:-

(۱)۔ گیان سندیش ۱۶ باب (۲) کرم سندیش ۱۶ باب (۳) اپاسنا سندیش ۱۷ باب (۴) کبیر چرتر سندیش ۴۴ باب (۵ و ۶) پنتھ سندیش ۴۰ باب (۷)۔ بچن سندیش ۷۰ باب۔
(۸) سباتزا سندیش ۴۴ باب (۹) سہج سندیش ۲۶ باب
(۱۰)۔ وچار سندیش ۲۸ باب (۱۱)۔ پریم سندیش ۲۳ باب
(۱۲)۔ درشٹانت سندیش ۱۷ باب قصے ۲۰۰ سے زیادہ قصے۔

توحید کا خزانہ
ضخامت ۱۶۴۲ صفحہ

اس کی تعریف کرنا فضول ہے۔ جو لوگ مطالعہ کرینگے وہ خود سمجھ جائینگے۔ کہ تمام عرفان میں شروع سے آج تک ایسی ضخیم مکمل اور کار آمد کتاب نہیں شائع ہوئی۔ ویدانتی صوفی پنتھائی بھگت اور گیانی سب کے کام کی چیز ہے۔ اور اس قابل ہے کہ لوگ بلا ناغہ اسکا مطالعہ کریں اور ست سنگ کا لابھ اٹھاویں شروع سے اخیر تک عبارت وضاحت کے ساتھ لکھی گئی ہے جس کے سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوتی طرز بیان ایسا دلچسپ ہے کہ تاوقتیکہ سارا مطالعہ نہ کیا جائے کتاب کو علیحدہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس بارہ حصے کی قیمت صرف للعہ ہے محصول ڈاک غالباً ۱۰ر ہوگا۔ کیونکہ کتاب بہت ضخیم ہے۔ ہم جو لوگ یکجائی مجموعہ کو خرید کرینگے اُن کو ہم محصول اپنی گرہ سے ادا کر دینگے اور ساتھ ہی ایک دلچسپ ضخیم کتاب ۲۴۰ صفحوں کی پاکٹ سائز ویدانت (الگ کا ...) کے تمام شیشہ صرف قیمت مع محصول کے ۵ر بکر بھیج دینگے۔ وی پی للعہ کا ہوگا۔ جن کو ضرورت ہو فوراً اس پتہ سے منگا لیں۔

درخواست بنام منیجر سینت سندیش لاہور